ہفت روزہ

15/22

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۹ جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ
۱۶ اکتوبر ۱۹۶۴ئہ

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

بعض میں ممانعت

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا
ال۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
سَلَّمَ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ
مَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ
اَجِيْبُوْهُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا
كَافِئُوْهُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْنَهٗ
بِهٖ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ
كَافَأْتُمُوْهُ،

حضرت ابن رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ حاصل کرنا چاہے۔ اس کو پناہ دے دو۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ کے نام پر مانگے تو اس کو دو۔ اور جو تم کو دعوت پر بلائے۔ اس کی دعوت پر لبیک کہو۔ اور جو شخص تم سے بھلائی کا معاملہ کرے تو تم اس کا بدلہ دو۔ اور اگر تم وہ چیز نہ پاؤ جس کے ذریعہ سے تم اس کا بدلہ دے سکو۔ تو اس کے لئے دعا کرو۔ حتیٰ کہ تم کو یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا پورا بدلہ ادا کر دیا ہے۔ حدیث صحیح ہے ابو داؤد اور نسائی نے صحیح اسنادوں کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْنَعَ اِسْمٍ عِنْدَ
اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ تَسَمّٰى مَلِكُ
الْاَمْلَاكِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے قابل شرم وہ شخص ہوگا جس کا نام ملک الاملاک (شاہنشاہ) ہوگا (اس حدیث کو امام بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے) اور سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ملک الاملاک لفظ شاہنشاہ کے ہم معنی ہے۔

ف:۔ انسان کو ہمیشہ ایسے نام رکھنے چاہئیں جو اس کے ضعف اور نقصان پر شاہد رہیں۔ جن کے ہمہ وقت کے استعمال سے آپ کے نقص ورنقص ہونے کا اثر پڑتا رہے۔ اس کے برخلاف ایسے اسماء جو کمالات میں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ کمالات کے معنی پر مشتمل ہوں اس کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر ایسے نام رکھنے جو خالق کے اسماء مبارکہ سے ٹکرا جاتے ہیں تو یہ بہت ہی نازیبا حرکت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو اسماء خالق کے لئے معروف ہو چکے ہیں۔ ان کا استعمال مخلوقات کے دائرہ میں ممنوع ہے اور جیسا کہ مخلوق اور خالق کے درمیان جہاں ذاتی اور صفاتی شرکت نہیں ہے۔ وہاں قطعاً اسمی شرکت بھی نہ ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَاِنَّهٗ
اِنْ يَّكُنْ سَيِّدًا فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ
رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ"

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ کسی منافق کو سردار وغیرہ نہ کہو اس لئے کہ اگر وہ سید بھی ہے۔ تو ایسی صورت میں بھی تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ (ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس کو ذکر کیا۔

ف۔ یعنی اگر شومیٔ قسمت سے منافق سردار بھی بن جائے۔ جب بھی اس کے حق میں تعظیمی کلمہ کہنا اللہ رب العزت کی ناراضی کا موجب ہے۔ یاد رکھیے کہ جس طرح اکرام مسلم دین اسلام کا ایک شعبہ اور اللہ رب العزت کی رضامندی کا باعث ہے۔ ایسے ہی ایسے آدمیوں کا اکرام اس کی ناراضی کا سبب ہے

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
دَخَلَ عَلٰى اُمِّ السَّائِبِ اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ
فَقَالَ مَالَكِ يَا اُمَّ السَّائِبِ اَوْ يَا
اُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِيْنَ؟ قَالَتِ
الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا فَقَالَ
لَا تَسُبِّى الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ
كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سائبؓ یا ام مسیبؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور دریافت کیا کہ اے ام سائبؓ یا ام مسیبؓ تجھ کو کیا ہوا ہے۔ کانپتی کیوں ہے۔ انہوں نے جواب دیا بخار ہے۔ اللہ رب العزت اس میں برکت نہ دے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ بخار کو برا مت کہو۔ اس لئے کہ بخار بنی آدم کے گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ (رواہ مسلم)

عَنْ اَبِي الْمُنْذِرِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ
فَاِذَا رَاَيْتُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ
اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَ
خَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ
وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ
وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ

حضرت ابو المنذر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہوا کو برا مت کہو۔ جب تم دیکھو۔ کہ ہوا تمہاری مرضی کے خلاف ہے یہ کلمات کہو (ترجمہ) اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اور جو اس کے اندر ہے اس کی بھلائی اور جس کے لئے یہ مامور کی گئی ہے۔ اس کی بھلائی اور پناہ مانگتے ہیں۔ ہم تیرے ذریعہ سے اس ہوا کے شر سے اور جو اس کے اندر ہے۔ اس کے شر سے اور جس کام پر وہ مقرر کی گئی ہے۔ اس کے شر سے (ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا۔ اور کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

عَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا
الدِّيْكَ فَاِنَّهٗ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ۔

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ مرغ کو برا مت کہو۔ اس لئے کہ یہ نماز کے لئے بیدار کرتا ہے۔

(امام ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور

خدّام الدّین

ایڈیٹر:- مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ ۱۱ روپے
ششماہی ۶ روپے

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۱۰ | ۹ رجمادی الثانی سنہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۴ء | شمارہ ۲۲

اسلامی حکومت ——— اور ——— پاکستان ★

صدرِ پاکستان کی وہ تقریر قارئینِ کرام کی نظروں سے گذری ہوگی۔ جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اگر عوام چاہیں تو اسلامی طرزِ حکومت کو اپنایا جا سکتا ہے۔ جہاں تک عوام کے کہنے کا تعلق ہے۔ عوام کا کہنا تو کجا اُس کے لئے تحریکیں چلاتے رہے ہیں کہ پاکستان میں قرآن و سنت کے مطابق نظامِ حکومت قائم کیا جائے۔ پھر سب سے بڑھ کر پاکستان کے مسلمانوں نے انگریز اور ہندو کی سیاسی و معاشی غلامی سے اسی لئے نجات حاصل کی تھی کہ اکھنڈ ہندوستان میں اسلامی طرزِ حکومت قائم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں پاکستان کے مطالبہ کی بنیاد ہی اسلامی طرزِ حکومت تھی۔ جس میں مسلمان اپنے مذہبی احکامات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں جہاں انگریز کی پھیلائی ہوئی معاشرتی برائیاں نہ ہوں۔ بدکاری اور چوری کے لئے شرعی حدّات مقرر ہوں۔ سُود، شراب اور قمار بازی کی لعنت نہ ہو۔ اسلامی طرز زندگی بسر کرنے اور قرآن و سنت کی پوری طرح تعلیم حاصل کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے سہولتیں میسّر ہوں۔ دیندار طبقہ کو عزت و احترام سے دیکھا جائے نہ کہ اسے رجعتی اور پس ماندہ کہا جائے۔ قرآن و سنت کی تبلیغ کے لئے درون و بیرونِ ملک انتظامات کئے جادیں۔ اسلام اور اسلامی حکومت کا باغی پاکستان کی سرزمین پر پھول پھل نہ سکے۔ خدا کی نیابت ہو اور پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور رسول سمجھا جائے۔ مصنوعی نبوّت کے دروازے بند کر دئے جائیں۔ پھر معاشی مساوات ہو۔ اس نوزائیدہ مملکت میں امیر و غریب یکساں سہولیات زندگی سے متمتع ہو سکیں۔ لیکن ان معروضات کی روشنی میں ہم خود اندازہ کر لیں کہ کہاں تک ہم اپنے مقصد کے قریب ہوئے ہیں۔ علماء کے نزدیک صدارتی طرزِ حکومت اسلام کے زیادہ قریب ہے۔ پارلیمانی عملداری اگر ملک پر مسلّط کر دی جائے۔ تو زیادہ انتشار کا خطرہ ہے۔ اس لئے صدرِ مملکت سے التماس ہے کہ وہ اس ضمن میں اللہ کی طرف سے عاید کردہ فریضہ سے جلد از جلد سبکدوش ہوں۔ بلا تاخیر ہماری زندگیوں کے تمام گوشوں پر اسلامی احکامات جاری کر دیں۔

بہر کارِ خیر اسلامی مجلس مشاورت کی سست رفتاری کی نذر نہ ہو جائے ملک کے بڑے بڑے مکاتیب خیال کے علماء پر مشتمل ایک بورڈ ترتیب دیا جائے جو مقررہ مدّت میں مروّجہ قوانین وضوابط کو اسلامی قالب میں ڈھال لے اس بورڈ کی کارکرگی سفارشات نہ ہوں بلکہ انتظامیہ اُن پر عمل پیرا ہونے کے لئے مستعد و عمل ہو۔ آخر میں ہم یہ عرض کئے دیتے ہیں کہ جس کے مبارک ہاتھوں سے یہ فریضہ انجام پائے گا پاکستان کے مسلمانوں کے دلوں پر حکومت اُسی کی ہوگی۔

فیشن کی وبا

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے فیشن و عریانی کا سرچشمہ بنتے جا رہے ہیں۔ خاص طور پر مسلمانوں کی بچّیاں یا تو بے پردہ ہو رہی ہیں اور اگر پردہ ہے تو وہ بجائے خود خودنمائی کا فیشن ہے۔ یہ فیشن نہ صرف مسلمانوں کی معاشی بدحالی کا آئینہ دار ہے۔ بلکہ اخلاقیات کو بھی تباہ کر رہا ہے۔ سینما بینی اور ناول خوانی بھی اسی وبا کا حصّہ ہیں اس میں زیادہ قصور خود ہم والدین کا ہے اور بعد میں تعلیمی اداروں کے سربراہوں کا۔ ہمارے ہاں نیم دلانہ کوششیں تو ہوتی رہتی ہیں۔ اور بعض دفعہ سادہ پوشی کی مہمیں چلائی جاتی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ کام قومی اور مذہبی درد سے نہیں کیا جاتا۔ اس لئے نتیجہ صفر ہی رہتا ہے ہمارے نزدیک اگر تعلیمی ادارے مخصوص یکساں لباس کے ساتھ اس کی وضع قطع بھی متعین کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ فیشن کا سیلاب بڑھتا جائے۔ زنانہ کالجوں کی اساتذہ خواتین خود بھی سادہ وضع قطع کے ملبوسات زیب تن کریں اور شاگرد بچیوں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔ اگر ہم لباس و پوشاک میں سادگی کو اپنا لیں تو ہمارے گھریلو میزانیئے بھی متوازن ہو جائیں اور ہماری آئندہ نسل بھی اخلاقی دولت سے مالامال ہو۔

مجلس ذکر یکم جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ بمطابق ۸ر اکتوبر ۱۹۶۴ئہ

حلقۂ ذکر

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی - اما بعد

بزرگان محترم!

یہ سلسلہ ذکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جاری ہوا تھا اور بحمد اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل و کرم سے کئی شہروں میں باقاعدگی سے جاری ہے نوشہرہ ضلع پشاور، جھنگ، محمد پور منسار ضلع بہاول نگر، ڈیرہ اسماعیل خاں، ٹانک، شیخوپورہ، رحیم یار خاں، منٹگمری، کراچی، بھکر اور دیگر کئی مقامات پر اس میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے۔ یقیناً یہ انتہائی خوشی کی بات ہے۔ کہ اس مشینی دور میں بھی روحانی قدروں کا احترام کرنے والے بندگان خدا موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے خلوص، دینی صحبت، للّٰہیت اور ولولہ یاد الٰہی میں مزید خیر و برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

اسلام اجتماعیت کا قائل ہے۔ ہر معاملہ میں اس کا ایک پروگرام ہے۔ اللہ جل شانہٗ چاہتے ہیں کہ مسلمان ایک باقاعدہ ضابطے اور مکمل نظم کے تحت اپنی زندگی بسر کریں۔ اس کے لئے ضابطہ ہے۔ قرآن اور اس کا عملی نمونہ ہیں جناب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ انسانیت کا پروگرام فقط قرآن ہے۔ جو شخص عامل قرآن نہیں وہ انسان نہیں۔ اسی لئے میں عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ آج مسلمان (نام کا) بننا آسان ہے لیکن انسان بننا بہت مشکل ہے۔ یہ حقیقت بھی ہمیں نہ بھولنی چاہئے۔ کہ محض اللہ دتہ، محمد دین اور چراغ دین نام رکھنے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر اس کی عملی زندگی میں اسلام اور سنت نبی کریم علیہ السلام کا رنگ ہوگا۔ تو مسلمان کہلانے کا۔ ہر وہ شخص جو خدا کی ذات وصفات، رسالت ملائکہ، قیامت اور کتب وصحائف آسمانی پر دل سے ایمان رکھتا ہے۔ مومن تو کہلا سکتا ہے۔ مگر مسلمان فقط تبھی وقت ہوگا۔ جب احکام خداوندی کو عملی جامہ پہنائے۔ یاد رکھئے! زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے۔ پھر ایمان کی بنیاد پر اعمال صالحہ کی جو عمارت استوار ہوگی۔ اس کا نام اسلام ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

ایمان اور اسلام لازم و ملزوم ہیں اگر ایمان نہیں تو اسلام نہیں۔ ایمان کی عدم موجودگی میں تمام اعمال اکارت جائیں گے۔ خداوند قدوس کے ہاں ان کی کوئی قیمت نہ ہوگی۔ اور اگر ایمان ہو لیکن اسلام نہ ہو تو یہ ایمان کس کام کا جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ کامل ایمان وہی ہے۔ جس کا اظہار انسان کی شکل و صورت سے ہو۔ جو دیکھے یہی کہے کہ مومن اس شان کا ہوتا ہے۔ مومن کی سیرت اور مومن کا کردار سب سے انوکھا۔ سب سے نمایاں اور سب سے نرالا ہونا چاہئے۔ تاکہ وہ چلتا پھرتا ہوا دین کا سپاہی اور اللہ کی شمشیر نظر آئے۔ جو شخص بھی اس پر نگاہ ڈالے دین حق کا گرویدہ ہو جائے اور محمد مصطفےٰ کا والہ و شیدا کہلانے میں فخر محسوس کرے۔

بزرگان محترم!

وقت کے ساتھ ساتھ ایمانی اور روحانی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔ اسلام عملی زندگی سے خارج ہوتا ہوا صاف نظر آتا ہے۔ آج ایمان و یقین کی بلندیاں اور اسلام کا عملی رنگ اہل اللہ کی صحبت میں رہنے، کتاب و سنت کی تعلیمات پر عمل کرنے اور ہمہ وقت یاد الٰہی میں شاغل رہنے سے ہی نصیب ہو سکتا ہے۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی ذکر الٰہی اور عبادت خداوندی سے عبارت ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں جو ذکر الٰہی سے خالی ہو اور کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں عبدیت مصطفویؐ نکتہ عروج پر نہ ہو۔ ساری زندگی میں ہی حمد و شکر اور یاد خداوندی کی فراوانی نظر آئے گی اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے، کھانا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد پانی پینے سے پیشتر اور پانی پینے کے بعد پیشاب پاخانہ جاتے ہوئے اور فراغت کے بعد چلتے پھرتے ہر وقت اللہ کی یاد اور حمد و شکر کرتے تھے۔

اسلام اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے اگر ہم بھی مل بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اسے کسی پر لازم نہیں کرتے تو یہ بدعت نہیں بلکہ باعث برکت ہے اس سے اصلاح حال میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مجلس پر اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ ملائکہ کی مجلس میں اپنے ذکر کرنے والے بندوں کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے جنت کی بشارتیں سناتے ہیں۔ ہمیں اس پر اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ادا کرنا چاہئے۔ کہ اس نے ہمیں اپنی یاد کی توفیق اور اپنے ذکر کی نعمت سے نواز رکھا ہے۔

ہمارے جو بھائی اجتماعی حالت میں ذکر اللہ کرنے کے خلاف ہیں۔ وہ دراصل اس کے منافع سے ناآشنا ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنی یاد کی توفیق اور اس پر مرتب شدہ انعامات کے حصول سے متمتع فرمائے۔ ہم کسی کے بدخواہ نہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ وَاِذَا قَامُوْآ اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

ترجمہ۔ منافق اللہ کو فریب دیتے ہیں۔ اور وہی اُن کو فریب دے گا۔ اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں۔ اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ شیطان ذکر اللہ سے روکتا ہے۔ کہ

(باقی ص۱۸ پر)

قاضی محمد زاہد الحسینی ایبٹ آباد

قرآن کا نظریہ تعلیم

عنوان بالاتر قاضی محمد زاہد الحسینی پروفیسر اسلامیات کالج کیمبل پور نے مورخہ ۱۸؍ ستمبر ۱۹۶۴ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے ہال میں ایک لیکچر دیا جس میں کالج کے جملہ طلباء۔ اساتذہ اور خود پرنسپل صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دام برکاتہم بھی اس بابرکت محفل کو روحانی اثرات سے نوازرہے۔ جسے فائدہ عمومی کے لئے شائع کیا جارہا ہے"

آج کے اس مادی دور میں تعلیم کا سب سے بڑا مقصد تن پروری اور انسانی ضروریات کی تکمیل سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح دوسرے مکاسب کو حاصل کرنے والے کا مطمح نظریہ ہوتا ہے کہ وہ اس کسب کے حاصل ہو جانے پر اپنی ضروریات انسانی میں خود کفیل ہو جائیگا دوسروں کا دست نگر نہ رہے گا۔ اسی طرح آج علم حاصل کرنے والے اکثر افراد کا یہی مقصد اور مطلوب ہوا کرتا ہے۔ کہ اپنی زندگی میں آسائش سے ہمکنار ہوں۔ اور اس کی ایک واضح دلیل یہ ہے۔ کہ آج کے اس دور میں جو نصاب تعلیم مرتب ہوا ہے۔ یا ہو رہا ہے۔ اس کا بیشتر حصہ ان ہی مضامین کو شامل ہے۔ جن سے ان مکاسب اور علوم کے لئے آسانی ہوتی ہے۔ جو اس علم کے حاصل کرنے والے کے لئے دنیاوی زندگی میں نفع رساں ہوتا ہے۔ مثلاً

ایک انجنیر کو ریاضی، طبیعات، فزکس اور ہمچو قسم دوسرے مضامین بڑھائے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ ایک مہیب عمارت تیار کرا سکے۔ وہ ایک ڈیم کے منصوبے کو کامیاب کرا سکے۔ وہ ایک پناہ گاہ کی تیاری میں راہ نما ہو سکے۔

لیکن اس کے کورس میں کوئی ایسی کتاب شامل نہیں جو اس کے ذہن میں اس عقیدہ کو روز اول سے راسخ کردے کہ اس کا یہ علم اور یہ ساری جدوجہد کبھی ایسے نتائج نہ پیدا کرے۔ جس سے کسی مزدور کی اجرت ضائع ہو سکے یا جس سے اس قومی اثاثہ کو نقصان پہنچ سکے یا عقیدہ میں یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہو کہ یہ کسب صرف ایک ذریعہ معاش ہے میرا اور میرے متعلقین کا کفیل نہیں بلکہ کفیل وہی ہے جس نے مجھے حیات بخشی۔

قرآن کریم کا نظریہ تعلیم۔ علم کے فضل و کمال اور انسانیت کی بہبود و فلاح کا کفیل ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد قرآنی۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل نکات کی حامل ہے۔

(الف) صرف یہی الہامی کتاب تعلیم وتعلم کے حکم سے شروع ہوئی۔ خداوند قدوس کے آخری مجموعہ کلام کا پہلا ارشاد علم حاصل کرنے کے حکم کو حامل ہے۔ کوئی الہامی کتاب اس حکم سے شروع نہیں ہوئی یہ بات علم کی فضیلت، برتری اور اس کی ضرورت کو واضح کرتی ہے۔ کہ

قرآن کریم ہی وہ سب سے پہلی اور آخری الہامی کتاب ہے۔ جس نے انسان کو زیور علم سے آراستہ ہونے کا حکم فرمایا۔

سورہ بقرہ میں فضیلت آدم (علیہ السلام) کے ضمن میں آچکا ہے۔ کہ حضرت آدم کو ملائکہ پر فضیلت صرف علم ہی کی وجہ سے عطا ہوئی۔ تو اولاد آدم اس صفحۂ ہستی پر شرف خلافت سے اسی وصف عظیم کی وجہ سے ممتاز ہے۔

(ب) علم کی جہت اور اس کے لئے ذہنی تگ و دو کی منزل متعین کرتے ہوئے فرمایا۔ بِاسْمِ رَبِّكَ یہاں اسی بات پر غور کرلینا ضروری ہے۔ کہ اس حکم میں انسان کو بجائے کسی اور اسم صفت یا اسم ذات کے رب کی صفت سے کیوں شناسا فرمایا۔ یہی وہ نکتہ ہے۔ جو قرآنی تعلیم کا نظریہ ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ علم حاصل کرنے کا مقصد ایک انسان کی نظر میں یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اس علم کو تن پروری اور تن آسانی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اسے حاصل کرے جب انسان کے دل و دماغ میں یہ بات آگئی۔ تو اب اس کی ابجد خوانی سے لے کر علوم کی آخری منازل تک علم کو اپنا مربی سمجھتے ہوئے ذاتی فائدہ مقدم رہے گا۔ بلکہ مشاہدہ اس بات کی سب سے بڑی ناقابل تردید دلیل ہے۔ کہ علم حاصل کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ اس علم کو مربی سمجھا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہو۔ کہ جامع مشکوٰۃ مجموعہ احادیث مشکوۃ کو کتاب الایمان سے پہلے بھی انما الاعمال بالنیات کی حدیث مقدس کو درج فرمایا۔ جس سے یہ بات واضح ہو سکتی ہے۔ کہ ایک طالب علم کی نیت طلب علم کی ابتداء ہی سے یہ ہونی چاہئے۔ کہ وہ علم کو رب نہ سمجھے۔ بلکہ مخلوقات رب کی خدمت کا ذریعہ بنائے۔ اور اپنا رب اسی کو سمجھے جو رب العلمین ہے۔ چونکہ اہل علم حضرات کا مجمع ہے اس لئے نیت اور عمل کے تعلق کو واضح کردینا ضروری ہے۔ فلاسفہ اور متکلمین نے ہر کام کے لئے چار علل بیان فرمائی ہیں۔ جن کے نام علت غائی۔ علت مادی۔ علت صوری علت فاعلی رکھے گئے ہیں۔ اس فارمولا کو سمجھنے کے لئے ایک مثال عرض کی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ

اگر ایک طالب علم کو کوٹ بنانے کی ضرورت لاحق ہو تو سب سے پہلے اس کے دماغ میں کوٹ بنانے کی ضرورت اور اس کا داعیہ پیدا ہوگا۔ اس کے بعد کوٹ کے لئے کپڑا تلاش کرے گا۔ پھر کوٹ کی شکل اور ہیئت کو متعین کرے گا۔ پھر کسی درزی کے حوالے کردے گا۔

اس ساری حرکت میں محرک اصلی اس کی وہ غرض اور غایت ہے۔ جس نے اس کو کوٹ بنانے کے لئے راغب کیا ظاہر ہے کہ اگر وہ سردیوں سے حفاظت کے لئے کوٹ بنانا چاہے گا۔ تو وہ دسمبر کے مہینہ میں جون جولائی کے آنے کا انتظار نہ کرے گا۔ بلکہ وہ رات ہونے سے بھی پہلے اس کا تقاضا کرے گا یا اگر اس کے داخلہ کالج پر یونیفارم میں شیروانی کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہوگا تو وہ ٹیلر ماسٹر کو دو چار ماہ کے لئے مہلت نہ دے گا ان تمام علتوں میں اور ان کی دستیابی میں محرک اس کی نیت ہوگی۔ علت غائی سے مراد نیت ہی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی انما الاعمال بالنیات انسان کی تمام زندگی اور اس کے مختلف وظیفہ ہائے حیات کی اساس ہے۔ اگرچہ اکثر محدثین حضرات نے اس ارشاد اقدس کی تشریح میں انما ثواب الاعمال بالنیات یا ہمچو قسم

دوسری تشریحات فرمائی لیکن اگر یہ کہا جائے۔ انما قوۃ الاعمال بقوۃ النیات۔ وانما ضعف الاعمال بضعف النیات تو اشارۃ نص کے طور پر یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ اس آیت مقدسہ میں علم کے حصول کے لئے اسم ربّ کا ذکر اس بات کی تشریح کر رہا ہے۔ کہ طلب علم کے وقت ابتداء ہی سے انسانی خدمت، اخلاقی ارتقا ملحوظ طلباء رہے۔ ورنہ وہ علم بقول مولانا روم مارے بود کا مصداق ہو جائے گا۔ جس میں آج انسانیت کی اکثریت مبتلا ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں تک میری حقیر معلومات کا تعلق ہے۔ اسم ربّ ۹۷۰ دفعہ آیا ہے۔ اور تقریباً ہر نبی علیہ السلام نے اپنی ابتدائی دعوت میں بھی ربّ ہے مقدس عقیدے کو دل کی گہرائیوں میں اترنے کے لئے خطاب فرمایا ہے۔ یہاں اس بات کا واضح کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ

اسلام نے علوم دنیا اور علوم آخرت کے لئے کوئی خاص حد فاصل مقرر نہیں فرمائی۔ بلکہ دین اور دنیا کا تقابل نہیں دنیا اور آخرت کا تقابل ہے جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ○ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً (پ ۲ البقرہ آیت ۲۰۰)

ترجمہ۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا ہی میں دے۔ تو ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بعض یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری دنیا بھی بہتر ہو اور ہمیں آخرت میں بھی بہتری عطا فرما۔

تو اگر ایک علم خواہ وہ دینی رنگ لئے ہوئے ہو دنیاوی اغراض و مقاصد کے لئے ہو۔ تو وہ دنیاوی ہی سمجھا جائے گا اور ایسے طالب علم دانشور کے لئے قرآنی ارشادات کی روشنی میں قیامت میں کوئی حصہ نہ ہو گا۔ جس کی تشریح مشکوٰۃ کی اس طویل حدیث میں موجود ہے۔ جس سے ریا کار صرف دنیاوی جاہ پسند منافع کے متلاشی علماء قراء بلکہ مجاہدین تک کے خاتمہ کا ذکر ہے اور اگر ایک علم دنیاوی رنگ لئے ہوئے ہے مگر اس سے اصلی غرض اور مقصد رب العٰلمین کی مخلوقات کی خدمت ہے۔ تو وہ علم دینی ہی کہلائے گا۔ ہمارے درس نظامی کے نصاب میں علم تفسیر کی صرف ایک تفسیر جلالین ہے۔ مگر علم منطق اور فلسفہ کی کتابیں تقریباً تیس تک ہیں۔ اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ صرف پروپیگنڈہ ہی ہے۔ کہ اس نے علوم کی تقسیم میں علوم دنیا اور علوم دین میں کی ہے بلکہ مسلمانوں کے دور اول میں ایک منطقی، فلسفی محدث اور فقیہہ بھی ہوا کرتا ہے۔ اور اسی طرح برعکس بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ مشہور فلسفی ابن رشد اندلسی کو موطا امام مالک زبانی ازبر تھا۔ امام رازی اور امام غزالی سے دنیا واقف ہے کہ ایک طرف وہ فلسفہ اور علم کلام میں امام تسلیم کئے گئے۔ اور دوسری طرف تفسیر اور حقائق اسلامی پر وہ قلمی شاہ کار چھوڑے جن کی نظیر کم ہی مل سکیگی۔

(ج) اسی آیت مقدسہ کی آخر جزو کلمہ خَلَقَ ہے۔ جس کے معنی وہ رب جس نے پیدا فرمایا۔ یہ ارشاد قرآنی بھی دلیل کے طور پر کیا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر ایک انسان یہ کہہ ڈالے کہ میں اپنی تربیت کا خود کفیل ہوں میری تربیت اور میرا یہ سارا نظام میری محنت اور جدوجہد کا ثمرہ ہے۔ تو اس کو یاد دلایا جاتا ہے۔ کہ انسانی تخلیق میں جدوجہد کا کیا دخل ہے اور کتنا اثر ہے؟ بات بالکل صاف ہے۔ کہ انسانی تخلیق اور انسان کا اس دنیا میں ظہور انسان کی محنت اور ذاتی کدو کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ تو خلاق علیم کی رحمت کا اثر ہے۔ بالفاظ دگر یہ کہا جائیگا

جس رب کریم نے انسان کو پیدا فرمایا وہی تو اس کا خالق (پیدا کرنے والا) ہے

خلاصہ یہ نکلا کہ قرآنی ارشاد کی روشنی میں قرآن کا نظریہ تعلیم رب العالمین پر کامل ایمان رکھتے ہوئے علم کو انسانیت کی فلاح اور بہبودی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔"

اس نظریہ کو اپنانے کا فائدہ یہ نکلے گا۔ کہ علم تمام انسانی کائنات کے لئے رحمت بن جائے گا۔ اور وہ بجائے ان نیت کشی کے انسانیت نواز ہو گا۔ زمانہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی مشرکوں کے ساتھ چھوٹی بڑی تقریباً ستر جنگیں ہوئی ہیں۔ مگر ان سب میں طرفین کا مجموعی جانی نقصان صرف ایک ہزار اٹھارہ انسانوں کی ہلاکت اور موت ہے۔ لیکن آج کی مہذب کہلانے والی دنیا کے مدارس یونیورسٹیاں اور مختلف شعبے جن علوم کو پروان چڑھا رہے ہیں ان میں سے کچھ نظارہ تو ہیروشیما کی تباہی پر دنیا دیکھ چکی ہے۔ اور باقی کی ابھی منتظر ہے۔ اسی نتیجہ بد کی طرف الفاظ قرآنی یخربون بیوتھم بایدیھم۔

ترجمہ۔ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں تباہ کر رہے ہیں۔

نے آج سے چودہ سو سال قبل راہنمائی فرمائی تھی

آخر میں آپ نے طلباء کو مشورہ دیا۔ کہ وہ گناہ کی دنیا سے الگ رہیں۔ تاکہ نور علم سے منور ہو سکیں۔ اس سلسلے میں آپ نے امام شافعی کا واقعہ سنایا۔ کہ انہوں نے جب اپنے استاد محترم وکیع سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی انہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ

"گناہوں کو ترک کر دیا جائے۔ تاکہ نور علم سے سینہ منور ہو سکے"

اس ضمن میں اساتذہ کے ادب کی تلقین کی کہ طلباء بجائے کتاب یا مضمون پڑھنے کے استاذ کو پڑھنے کی کوشش کریں اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے۔ کہ استاذ کا احترام دلگزیں ہو اور استاد کی محبت بھری نظر شفقت سے بھرپور دل شاگرد کے قلب و ذہن پر اپنے فیوض کو مرتسم کر سکے"

کراماتِ اولیاء اللہ

اہل اللہ کی قبور سے بشارات اور جنّت کی خوشبو

فاضل حبیب اللہ رشیدی جالندھری ناظمِ اعلیٰ و مدیر جامعہ رشیدیہ منٹگمری

۱- صاحب الصحیح حضرت امام بخاری قدس اللہ اسرارہم کے روضۂ مبارک سے خوشبو آنے کا واقعہ رائحہ، عالم بھر میں خوشبو کی طرح پھیلا اور عالم اسلام معطّر رہا۔ اس واقعۂ کرامت سے کسی کو انکار نہیں۔ یہ خوشبو کیسی ؟ اور کیوں ؟ بات صاف اور واضح ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے "الصحیح بعد کتاب اللہ البخاری" کی تخریج و جمع، تدوین و ترتیب میں جو محنت و جانفشانی کی ہے۔ وہ اہلِ علم علی الخصوص محدّثین حضرات پر مخفی نہیں یہ خوشبو علمِ حدیث کی خدمت کا صلہ ہے۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کو حضور نبی کریم رسول رحیم علیہ التحیہ والتسلیم کے روضۂ اطہر کے سامنے بیٹھ کر اس طرح ترتیب دیا کہ ہر ہر حدیث پر وضو، نوافل کے بعد دعا کرتے اور حضور علیہ السلام کے فیضان سے "حدیث" نقل فرماتے اور پوری ذمہ داری سے حدیث لکھتے ...... "یہ عجمی سازش نہ تھی بلکہ عربی الہام اور مدنی القا تھا"۔

۲- شیخ الاسلام حضرت مولانا السیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور عرب و عجم کے استاذ اور ہندوستان کے مجاہدِ اعظم کی قبر شریف ہے "خوشبو" زبان زدِ خواص و عام ہے۔

حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کی قبر، دیوبند سے مٹی پاکستان تک لائی گئی اور یہاں بھی خوشبو سونگھی جا رہی تھی اور خوشبو برابر آ رہی تھی۔ اور حضرت مدنیؒ کی کراماتوں میں یہ کرامت منقولہ جاری و ساری رہی۔ حضرت مدنیؒ کی قبر سے خوشبو کا آنا بھی واضح ہے کہ آپ کی خدمتِ حدیث، تعلیم حدیث، تدریس حدیث نشر و اشاعت حدیث بہت بڑا کارنامہ ہے۔ حضرت مدنیؒ کی زندگی کا وظیفہ حدیث پڑھنا پڑھانا رہا ہے۔ مدینہ طیبہ سے لے کر دار العلوم دیوبند تک آپ نے درسِ حدیث علی الخصوص صحاح ستّہ کا جو درس دیا اور جس قدر علماء کو حدیث پڑھائی اور جتنے اہلِ علم بنائے اور جتنے علماء پیدا کئے۔ یہ اظہر من الشمس ہے۔ حضرت مدنیؒ کو حدیث سے جو شغف و عشق تھا۔ اس کو دار العلوم دیوبند کے طلباء اور علماء خوب جانتے ہیں کہ حضرت مدنیؒ ملک کے طول و عرض سے بسلسلۂ جہادِ حرّیت سفر کر کے دیوبند تشریف لاتے ہیں۔ راقم آثم کے زمانۂ طالب علمی میں رات کے بارہ بجے بھی آنا ہوا تو گھنٹہ بجوا دیا دار العلوم میں چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقفہ ایسا نہیں تھا کہ قال اللہ و قال الرسولؐ سے کوئی احاطہ، کمرہ، دار الاقامہ، دار التدریس، دار الحدیث، دار التفسیر، دار الفقہ، دار الافتا، دار القرأت، دار التجوید، دار الاہتمام، دار الکتب وغیر ذالک من الشعب) خالی ہو۔ اندریں حالات رات کے ۱۲ بجے بھی گھنٹہ بجتا ہے تو طالبانِ حدیث بخاری و ترمذی، حدیث کی کتابیں اٹھائے ہوئے بھاگے بھاگے دار الحدیث میں جمع ہونے لگتے ہیں متعدّد بار ایسا ہوا کہ ہم لوگ بعد میں پہنچے۔ حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تشریف فرما ہیں۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا کہ حضرت شیخ تھکے ماندے ملک کے دور دراز آخری کنارے سے آئے ہیں اور آتے ہی حدیث کا درس شروع کر دیا۔ درمیان میں کبھی نیند کے غلبہ سے اونگھ آنے لگتی تو ایسے میں احادیث خود پڑھتے۔ دیوبند کے قبرستان سے ایسے واقعات تو بہت کثرت سے ظہور پذیر ہوتے رہے کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کا مرکز ہے۔

۳- دیوبند کے ایک بزرگ (غالباً حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگوں میں سے) ایک ولی عالم، حافظ و قاری کی قبر سے تلاوتِ قرآن پاک کی آواز آیا کرتی تھی۔ اور اُن کی قبر کی مٹھی بھر مٹی ہر بیماری کے لئے شفا ہونے لگی۔ تو پسماندگان ہر روز نئی مٹی ڈالتے۔ بالآخر ایک دن حضرت خلف الرشید نے والد ماجد مرحوم و مغفور کی قبر مبارک پر جا کر عرض کیا کہ "حضرت! اللہ کے لئے یہ سلسلہ بند کر دیجئے اس سے فتنے پھیلنے کا اندیشہ ہے"۔ اس کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔

۴- حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں سے لڑتے لڑتے شہید ہوئے اُن کی قبر پر ایک صاحب فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ اُن کی ظرافت نے کرامت بن کر قبر سے آواز دی کہ "ارے میاں! ہم تو زندہ ہیں مُردہ نہیں"۔

یہ واقعات عقیدت کی بنا پر نہیں لکھے جا رہے بلکہ حقیقت پر مبنی ہیں۔

۵- قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کی مٹی سے خوشبو اور عجیب و غریب خوشبو کا ظہور نہ صرف اہل لاہور اور پاکستان کے دوسرے لوگوں نے محسوس کیا بلکہ غیر ملکوں کے لوگ بھی مٹی اٹھا کر ساتھ لے گئے۔ سائنسدانوں نے تجربہ و تحلیل کیا تو پھر بھی خوشبو تو آتی رہی مگر کوئی کیمیاوی مادی وجود ثابت نہ ہو سکا۔ اخبارات میں یہ خبر مسرت اثر چھپتی رہی۔ دُور دراز سے عوام و خواص نے تجربہ کیا۔ اور یہ سلسلہ ڈیڑھ سال جاری رہا۔ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔ تردّد کی کوئی بات نہیں انکار کی مجال نہیں کہ حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ نے پورے چالیس برس قرآن کریم کی وہ عظیم خدمات سرانجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک مثال اور اسوۂ حسنہ رہیں گی۔ حضرت نے نہ صرف اہل لاہور کو قرآن شریف پڑھایا اور اس کی تفسیر سمجھا دی بلکہ لاہور کے عوام، خواص، وکلاء، مجسٹریٹ، جج صاحبان، جدید و قدیم تعلیم یافتہ لوگوں کو قرآن و حدیث سے مالامال کر دیا بلکہ ہند و پاک اور افغانستان و ایران، ملایا، برما اور دنیا کے دیگر ممالک کے علماء و طلباء کو مفسّر و مترجم قرآن اور مدرس تفسیر و معلّم ترجمہ بنا دیا۔ یہ حضرت لاہوریؒ کا صدقہ جاریہ ہے۔ کہ

آپ نے عجیب سنتِ حسنہ "درس قرآن" عوام کے لئے اور درس و تفسیر قرآن، خواص کے لئے ایک مربوط نظام اور بہترین نصاب کے ساتھ جاری وساری فرما دیا۔ آج ہر مسجد میں درسِ قرآن کا سلسلہ ہے۔ اور بہت مفید، یہ سلسلہ پنجاب میں حضرت ہی نے شروع فرمایا تھا۔ حضرتِ مرحوم جامعہ رشیدیہ منٹگمری کے افتتاح کے لئے منٹگمری تشریف لائے۔ جامعہ کا افتتاح "درس قرآن کریم" فرماتے ہوئے بیان فرمایا۔ کہ "لاہور میں جب ہم نے کام شروع کیا۔ اور درس قرآن مجید کا اجرا کیا تو مسجد لائن والی مختصر سی تھی۔ ہم درسِ قرآن دیتے تو اہل بدعت اور جہلا کی طرف سے خشت باری ہوتی۔ ہم استقلال سے کام کرتے رہے۔ اور قرآن مجید کا درس جاری رکھا۔ تو ہمارے عزم و استقلال سے خشت باری بند ہو گئی "دشنام طرازی" چلتی رہی۔ تا آنکہ تبرا بازی بھی ختم ہو گئی۔ مگر فتوی بازی بند نہ ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ قرآنی تعلیمات کی برکات نے ایسا کام کیا کہ الحمد للہ بادل چھٹ گئے۔ اور قرآن کریم کی تفسیر و درس کی طرف اہل علم حتیٰ کہ مشائخ کرام اور اکابر علماء نے توجہ تامہ فرمائی۔ اور حضرات علماء کرام کی توجہات عالیہ اور ادعیہ خاصہ سے اللہ نے ترجمۃ القرآن کو مقبول عوام وخواص بنا کر قرآنی مرکز بنا دیا۔ حضرت لاہوری" نے قرآن کریم کو اس انداز سے پیش کیا کہ موجودہ دور کے رجحانات و اقتضاء کو قرآن کا تابع و محتاج بنا دیا۔ اور علی الخصوص حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و فیوض سے ترجمہ و درس قرآن کو مزین و خوبصورت بنا دیا "علوم ولی اللہی" کا درس بھی حضرت شیخ التفسیر کا رہینِ منت ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفہ ولی اللہ کی جو تحریک پیش کی تھی اس کے سب سے بڑے مبلغ حضرت لاہوری تھے۔ بیت الحکمۃ جامعہ ملیہ دہلی میں راقم خادم نے دونوں حضرات کے بعض خصوصی خطاب سے استفادہ کیا۔ دونوں حضرات کے بیانات و خطابات علم کے انمول موتی تھے۔ تو یہ قبر کی مٹی سے خوشبو قرآنی مہک ہے اور تفسیری عطر اور درسِ قرآن و تعلیم قرآن کی برکات کا ظہور۔۔۔ سبحان اللہ!

۶- فقیہہ العصر استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے پوری جالندھری بانی جامعہ رشیدیہ منٹگمری نہایت متقی و عالم باعمل مخلص و بے نفس بزرگ اور نمونۂ اسلاف تھے۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے پورے پچاس برس قرآن و حدیث و فقہ حنفی کی وہ عظیم خدمات سرانجام دیں کہ ان کے تلامذۂ راشدہ آج اکابر اہل علم میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے فیوضات و صدقات سے سینکڑوں مدارس عربیہ قرآنیہ آباد ہیں۔ عرب تک صدقات جاری و ساری ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۱ر رمضان ۱۳۸۲ھ کو ہوا۔ تقریباً اٹھارہ ماہ کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف سے عجیب بشارت و خوشبو آنے کا واقعہ صادقہ تازہ پیش آیا کہ منٹگمری کے ایک مخیر تاجر صالح شیخ حاجی فتح محمد صاحب مرحوم کا انتقال حال میں ہوا۔ مرحوم کے ابناء، حاجی محمد ابراہیم، شیخ محمد صدیق، نعمت اللہ صاحبان نے اپنے والد کی قبر حضرت مفتی صاحب" اور قاری لطف اللہ شہید مرحوم کے اقدام میں کھودی۔ گورکنوں کی عجلت و غلطی سے حضرت مفتی صاحب کی قبر میں سوراخ ہو گیا۔ محمد شفیع گورکن اور دوسرے ساکنانِ پیر بخاری (قبرستان منٹگمری) کا بیان ہے کہ "قبر مبارک حضرت مفتی صاحب" سے ایسی عجیب و بہترین خوشبو آنا شروع ہوئی کہ ہم حیران اور مست ہو گئے۔ چند منٹ سوراخ کھلا رہا اور خوشبو جاری۔۔۔۔۔ یہ خبر قبرستان میں پھیلنے لگی تو ہم نے سوراخ بند کر دیا۔

حاجی صاحب رح کے بڑے لڑکے حاجی ابراہیم، شیخ اللہ بخش اور رانا غلام محمد صاحبان تاجرانِ غلہ منڈی منٹگمری قبر دیکھنے آئے تو انہوں نے سوراخ مکرر کھلوا لیا۔ تینوں صاحبان کا حلفیہ بیان یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم و مغفور کی قبر سے تین بشارات کا علم و ظہور ہوا اول قبر نہایت وسیع ہے۔ دوم جسد مبارک بالکل صحیح و سالم، داڑھی مبارک سفید، چہرہ چمکتا ہوا گویا سو رہے ہیں، اور آرام فرما ہیں۔ سوم قبر سے خوشبو حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ چونکہ یہ خبر شہر میں پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے چند منٹوں کے بعد قبر کو بند کر دیا گیا۔

یہ واقعہ متعدد اور مختلف حضرات نے بتایا یہ حال ہی کا واقعہ ہے۔

یہ خوشبو بھی قرآن و حدیث، فقہ کی تعلیم و تدریس اور خدماتِ اسلامی کی عطر ریزی اور مشک بیزی ہے

حضرت مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ اور حضرت شیخ الہند رح سے بیعت اور مجاز بھی۔ حضرت مفتی صاحب کے تلامذہ میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ، مولانا محمد علی صاحب جالندھری، مولانا محمد صاحب انوری لائل پوری اور مرحومین میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی، حضرت مولانا عبد الجبار صاحب حصاروی، حضرت عظامی مرحوم شامل ہیں۔ مدینہ منورہ مدرسہ سلفیہ کے بانی حضرت مولانا رشید احمد سلفی رح بھی آپ کے تلمیذ رشید تھے۔

حضرت مولانا رشید احمد سلفی مدرسہ سلفیہ مدینہ پاک کے بانی و مہتمم شیخ الحدیث تھے۔ راقم الحروف مدینہ حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ تمہارے والد ماجد کا "صدقہ جاریہ" مدرسہ سلفیہ ہے۔ جو حضور علیہ السلام کے شہر میں جاری و ساری ہے۔۔۔۔ سبحان اللہ مدارس عربیہ اسلامیہ کے فیوضات و برکات اور صدقات جاریہ بھی عجیب و غریب ہیں۔ بہرحال حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار جامعہ رشیدیہ منٹگمری ہے اور اُن کے فرزندانِ اکبر میں سے حضرت مولانا حافظ محمد عبد اللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ آپ کے خلف الرشید ہیں۔

خلاصۃ المرام

حضرت مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو نے حضرت شیخ التفسیر رح کی کرامت کی تصدیق فرما دی ایک بزرگ عالم نے فرمایا کہ یہ خوشبو قرآنی تعلیمات کا مظہر اور ثمرہ ہے۔ قرآن کی تعلیم سے قبر منور و روشن اور معطر ہوئی۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ واللہ در للقائل

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

چوہدری سردار محمد ملتان

ساتھی

عزیز رشتہ داروں سے حُسن سلوک کی تلقین کے بعد قرآن نے مسلمانوں سے کہا ۔ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ ۔ یعنی ۔ اور نیک سلوک کرو رشتہ دار ہمسائے اور غیر رشتہ دار ہمسائے اور ساتھی کے ساتھ ۔

اسلامی معاشرہ میں یقیناً پہلی حیثیت عزیزوں کو دی گئی ۔ مگر ہمسائے اور ساتھی بھی ملحوظ رکھے گئے ۔ کیونکہ محض رشتہ داروں سے حُسن سلوک، بہتر معاشرہ کی تخلیق نہ کر سکتا تھا ۔ بہتر معاشرہ تو اسی وقت پیدا ہوتا ۔ جب ہر فرد دوسرے فرد کے حقوق کو پہچانتا خصوصاً ہمسایوں اور ساتھیوں کے حقوق کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا ۔ اس شخص پر لعنت ہو ۔ جس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی پر نظر بد کی (اس سے زنا کیا) حضورؐ نے اس شخص کو مسلمان نہ مانا، جس نے خود تو پیٹ بھر کر کھایا ۔ مگر اپنے بھوکے ہمسایہ کی خبر نہ لی ۔ بخاری کتاب الادب ایک دفعہ حضورؐ نے خدا کی قسم کھا کر کہا ۔ وہ مسلمان نہ ہوگا ۔ جس نے اپنے پڑوسی کو ایذا پہنچائی ۔

یہی بات دوسرے الفاظ میں دُہرائی جو خدا پر ایمان رکھتا ہے ۔ اسے چاہیئے اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ پہنچائے ۔ اس کے علاوہ وہ آپ صحابیات اور ازواج کو ترغیب دیتے، اپنے ہمسایوں کو تحفے بھیجتی رہا کریں ۔ ہمسایوں کا بہت حق ہے ۔ قرآن نے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کے علاوہ یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور مسافروں اور بیماروں کی خبرگیری کی بھی ہدایت فرمائی اور اس لئے فرمائی کہ اسلام سے پہلے عرب عموماً یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کی حق تلفی کرتے ۔ قرآن حکیم نے ان کی عادت بد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ۔ كَلَّا ۖ بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا تم یتیم کا احترام نہیں کرتے اور مسکینوں کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ہو ۔ اور میراث میں یتیموں کا حق کھا جاتے ہیں ۔ ان کی مذمت کرنے کے بعد نیکو کاروں کی تعریف کی ۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا خدا کی خاطر وہ مسکینوں اور یتیموں کو کھانا کھلاتے ہیں ۔

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۔ یتیموں کے ان کے مال پورے کے پورے دے دو اچھے مال بُرے سے نہ بدلو ان کے مال اپنے مال میں ملا کر نہ کھا جاؤ ۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے ۔

بیواؤں کے متعلق حکم دیا ۔ وانکحوا الایامیٰ منکم ۔ اپنی بیواؤں کا نکاح کر دو

اسلام سے پہلے عرب بیواؤں کا نکاح جائز نہ سمجھتے ۔ ان بد نصیبوں کی جوانیاں غارت ہو جاتیں مگر ان پر کوئی رحم نہ کھاتا ۔ قرآن نے یہ حکم دے کر ان کی دنیا ہی بدل ڈالی

حضورؐ نے بیواؤں کے نکاح اور ان کی خبرگیری کرنے والے کو مجاہد کا درجہ عطا کیا فرمایا جو بیوہ اور مسکین کی بھلائی کی جدو جہد کرے گا ۔ اسے مجاہد فی سبیل اللہ جتنا ثواب ملیگا

مسافروں کے متعلق حکم دیا ۔ تم کو چاہیئے تین دن تک مسافروں کی مہمانی کرو ۔ اور بیماروں کی عیادت کے فرائض انجام دو ۔ خود حضورؐ بیماروں کی تیمارداری کے لئے گھر گھر جاتے اور ایک ایک بیمار کی تیمار داری کرتے اسلام میں اس فرد کی قطعاً کوئی حیثیت نہیں تھی ۔ جو جماعت کی بھلائی کا خیال نہ رکھتا ۔ قرآن نے جماعتی زندگی کی اہمیت بار بار جتائی کبھی ان سے کہا ۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا کبھی فرمایا ۔ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو ۔ ہمت ہار دو گئے اور ہوا اکھڑ جائے گی ۔ ایک جگہ فرمایا إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ مسلمان بھائی بھائی ہیں ۔ بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو ۔

حضورؐ نے مسلمانوں کو ایک جسم قرار دیا ۔ حضورؐ فرماتے ۔ سارے مسلمان جسم سے مشابہ ہیں ۔ اور کبھی آنکھ دُکھے ۔ تو سارا بدن دکھ محسوس کرتا ہے ۔ اگر سر میں تکلیف ہو تو ایسا لگتا ہے ۔ جیسے سارا جسم دکھی ہے (کنز العمال)

حضور نبی کریم صلی اللہ نے یہ بھی فرمایا مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں ۔ ایک بھائی دوسرے پر دوسرے پر ظلم نہ کرے نہ اس کی بے عزتی کرے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑے ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب)

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضورؐ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا ۔ اس میں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑنے سے روکا ۔ اور ڈرایا خبردار ایک دوسرے کی گردن نہ مارنا ۔
(کنز الاعمال کتاب الایمان)

ایک بار فرمایا ۔ حقیقت میں مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ دوسرے مسلمانوں پر نہ اُٹھیں ۔ ایک دفعہ فرمایا ۔ جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا اللہ تعالےٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا ۔ ایک موقعہ پر تو قسم کھائی ۔ جس نے اپنے ساتھی بھائی کا حق مارا ۔ خدا اس پر دوزخ واجب کر دے گا اور جنت حرام ہو جائے گی ۔
(صحیح مسلم کتاب الایمان)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے حقوق گنوائے فرمایا ۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں ۔

۱ ۔ اسلام کا جواب دے ۲ ۔ چھینکے تو رحمت کی دعا کرے ۳ ۔ دعوت دے تو اسے قبول کرے ۔ ۴ ۔ بیمار ہو تو عیادت کرے ۵ ۔ مرے تو جنازے میں شامل ہو

اسلام کو انسانیت کے فروغ اور اچھے اخلاق کی تخلیق سے اس درجہ رغبت تھی کہ اس نے مسلمانوں سے تاکید کی ۔ خبردار کبھی ایسا کوئی وقت تم پر نہ آئے جب کہ تم محض دشمن کی دشمنی کے سبب عدل و انصاف کی راہ سے ہٹ جاؤ ۔ عدل و انصاف پر ہمیشہ کاربند رہو ۔ کہ یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے قرآن نے یہ بات ان الفاظ میں سمجھائی ۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ

یہی وجہ تھی ۔ کہ حضرت عمر فاروقؓ نے جب مستحق غیر مسلموں کو پریشان حال اور بے یار و مددگار دیکھا ۔ تو مملکت کے طول و عرض میں احکام بھجوائے ۔ انہیں بھی بیت المال سے روزینے دیئے جائیں ۔ یہ بھی مساکین کے زمرے میں آتے ہیں ۔ اب دعا ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ایک دوسرے سے حُسن اخلاق سے پیش آنے کی توفیق دے اور بیواؤں یتیموں اور مسکینوں کی امداد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے حق کھانے سے بچائے اللہ تعالےٰ ہمیں سیدھے رستے پر چلائے ۔ اور بُرے کاموں سے بچائے ۔ آمین

محمد شفیع عمر الدین (حیدر آباد)

انسان کی اصلیت

۵ - تو نیست بودی در جہاں
بے نام بودی بے نشاں

انسان کی اصلیت یہ ہے کہ وہ بے نام و نشان تھا۔

۱- ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ۝

(الدھر آیت ۱)

ترجمہ:- انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ اس کا کہیں کچھ بھی ذکر نہ تھا۔

(ف) بے شک انسان پر ایک وقت گزر چکا ہے۔ جب اس کا کچھ نام و نشان نہ تھا۔ پھر کتنے ہی دور طے کر کے نطفہ کی شکل میں آیا۔ وہ حالت بھی اس کی موجودہ شرافت و کرامت کو دیکھتے ہوئے اس قابل نہیں کہ زبان پر لائی جائے۔

۲- اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَکُ شَیْئًا ۝

(مریم - آیت ۶۷)

ترجمہ:- کیا انسان کو یاد نہیں ہے کہ اس سے پہلے ہم نے اُسے بنایا تھا اور وہ کوئی چیز نہ تھا۔

پھر بندے پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تو دیکھئے کہ اس نے اسے نابود سے بود کیا۔

اب بندے کو چاہئے کہ ذرا اپنی پیدائش پر تو غور کرے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے ایک خسیس بوند سے پیدا کیا۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝

(الدھر آیت ۲)

ترجمہ:- بے شک ہم نے انسان کو ایک مرکب بوند سے پیدا کیا ہم اس کی آزمائش کرنا چاہتے تھے۔ پس ہم نے اسے دیکھنے سننے والا بنا دیا۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

"یعنی مرد اور عورت کے دو رنگے پانی سے پیدا کیا۔

(تنبیہ) "امشاج" کے معنی مخلوط کے ہیں۔ نطفہ جن غذاؤں کا خلاصہ ہے وہ مختلف چیزوں سے مرکب ہوتی ہیں۔ اس لئے عورت کے پانی سے قطع نظر بھی اس کو "امشاج" کہہ سکتے ہیں۔

یعنی نطفہ سے جما ہوا خون پھر اس سے گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ اسی طرح کئی طرح اُلٹ پھیر کرنے کے بعد اس درجہ میں پہنچا دیا کہ اب وہ کانوں سے سنتا اور آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور ان قوتوں سے وہ کام لیتا ہے جو دوسرا حیوان نہیں لے سکتا۔ گویا اور سب کے سامنے بہرے اور اندھے ہیں۔

(تنبیہ) "نبتلیہ" کے معنی اکثر مفسرین نے امتحان و آزمائش کے لئے ہیں۔ یعنی آدمی کو بنانا اس غرض سے تھا کہ اس کو احکام کا مکلف اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ کہاں تک مالک کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے۔ اسی لئے اس کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی وہ قوتیں دی گئیں جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے۔"

حاصل

یہ نکلا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر چلے اور اپنی چار روزہ زندگی عین شریعت کے احکام کے مطابق بسر کرے اور اس زندگی کے امتحان میں کامیابی حاصل کرے۔

آزمائش اور امتحان

انسان کو زندگی کے اس امتحان کی فکر ہر لحظہ دامنگیر ہونی چاہئے۔

۱- تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۨ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط

(الملک آیت ۱-۲)

ترجمہ:- وہ ذات بابرکات ہے جس کے ہاتھ میں سب حکومت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کے کام اچھے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ بندے کی آزمائش کرے۔

اس آزمائش میں کامیابی (احسن عملا) اچھے کام بجا لا کر ہو سکتی ہے۔

اچھے کام وہ ہیں جو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوں۔ لہٰذا جو بندہ اپنی زندگی شریعت کے احکام کے مطابق بسر کریگا۔ وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوگا۔

۲- اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

(الکہف آیت ۷)

ترجمہ:- جو کچھ زمین پر ہے بیشک ہم نے اسے زمین کی زینت بنا دیا ہے تاکہ انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔

حاشیہ حضرت مولٰنا عثمانیؒ

"یعنی اس کی رونق پر دوڑتا ہے یا اُسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ ابن عمرؓ نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ! "اَحْسَنُ عَمَلًا" کون لوگ ہیں؟ فرمایا اَحْسَنُکُمْ عَقْلًا، اَوْرَعُکُمْ عَنْ مَحَارِمِ اللہِ وَاَسْرَعُکُمْ فِیْ طَاعَةِ اللہِ سُبْحَانَهٗ (جس کی سمجھ اچھی ہو۔ حرام سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ جھپٹے۔)"

حاصل

یہ نکلا کہ امتحان میں کامیاب وہ ہوگا جو دنیا کی زیب و زینت میں پھنس کر تعلق باللہ کو خراب نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔

۳- وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ

اَحْسَنُ عَمَلاً ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (ھود۔ آیت ۷)

ترجمہ:۔ اور وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔ اور اس کا تخت پانی پر تھا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔ اور اگر تو کہے کہ تم مرنے کے بعد اٹھو گے تو منکرین یہ کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

"... یعنی اس سارے نظام کی تخلیق و ترتیب سے مقصود تمہارا یہاں بسانا اور

امتحان

کرنا ہے کہ کہاں تک اس عجیب و غریب نظام اور سلسلہ مصنوعات میں غور کر کے خالق و مالک کی صحیح معرفت حاصل کرتے اور مخلوقات ارضی و سماوی سے منتفع ہو کر محسن شناسی اور سپاس گزاری کا فطری فرض بجا لاتے ہو۔ یہ مقام تمہاری سخت آزمائش کا ہے۔ مالک حقیقی دیکھتا ہے کہ تم میں سے کون سا غلام صدق و اخلاص اور سلیقہ مندی سے اچھا کام کرتا ہے اور فرائض بندگی انجام دیتا ہے۔ جب دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ ہے تو ضرور ہے کہ اس کے بعد مجازات (انعام و انتقام) کا سلسلہ ہوتا۔ شاکرین و کافرین کو اپنے اپنے کئے کا پھل ملے۔ اسی لئے یہاں بعث بعد الموت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی کفار مکہ کو یقین نہیں آتا کہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اور اپنے جرائم کی سزا بھگتیں گے۔ جب وہ قرآن یا حضورؐ کی زبان سے بعث بعد الموت کا مؤثر بیان سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپؐ کا یہ بیان کھلا ہوا جادو ہے۔ جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب و مسحور کر لیا۔ مگر یاد رکھئے ہم پر یہ جادو چلنے والا نہیں۔ (ابن کثیر)

خلقت کی غرض

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (الذّٰریٰت۔ آیت ۵۶)

ترجمہ:۔ اور میں نے جنّ اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کیلئے۔

"یعنی ان کے پیدا کرنے سے شرعاً بندگی مطلوب ہے اس لئے اس میں خلقۃً ایسی استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ چلیں یوں ارادہ کونیّہ قدریّہ کے اعتبار سے تو ہر چیز اس کے حکم تکوینی کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب سب بندے اپنے ارادہ سے تخلیق عالم کی اس غرض شرعی کو پورا کریں گے۔ بہرحال آپ سمجھاتے رہئے کہ سمجھانے ہی سے یہ مطلوب شرعی حاصل ہو سکتا ہے۔ (حضرت مولینا عثمانی رح)

با عمل مومن

اب جو مومن اس زندگی کے مقصد کو پہچان کر فرائض عبودیت بجا لائے گا وہ بڑے بلند مرتبے حاصل کرے گا۔

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۝ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝ (طٰہٰ۔ آیت ۷۵-۷۶)

ترجمہ:۔ اور جو اس کے پاس مومن ہو کر آئے گا حالانکہ اس نے اچھے کام کئے ہوں تو ان کے لئے بلند مرتبے ہوں گے ہمیشہ رہنے کے باغ، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اس کی جزا ہے جو گناہ سے پاک ہوا۔

حاصل

یہ نکلا کہ جنت کے بلند مرتبے حاصل کرنے کے لئے ان خصائل کی ضرورت ہے:۔

۱۔ مومن ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا۔

۲۔ عمل صالح بجا لانا۔ یعنی قرآن کریم اور اس کی عملی شرح حدیث کے مطابق شرعی فرائض کا بجا لانا۔ فرض عبادت ہو یا نوافل ہوں سنت مطہرہ کے مطابق بجا لانا۔ عمل صالح وہی عمل ہو سکتا ہے جو قرآن اور سنت کے مطابق ہو۔

۳۔ تزکی یعنی گناہوں سے پاک ہونا۔ نفس کو شرک، خباثت اور گندے اخلاق سے پاک رکھنا۔

تزکیہ نفس

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ لا ص

(الشمس۔ آیت ۹)

ترجمہ:۔ بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اپنی روح کو پاک کر لیا۔

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوّت شہویّہ اور قوّت غضبیّہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو

شریعتِ الٰہیّہ

کا تابعدار بنائے تاکہ روح اور قلب دونوں تجلّی الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ آخرت میں کامران و کامیاب وہ ہوگا جو شریعت کے احکام کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے گا۔

۲۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ (اعلیٰ آیت ۱۴-۱۵)

ترجمہ:۔ بے شک وہ کامیاب ہوا جو پاک ہو گیا۔ اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی

حاشیہ حضرت مولینا عثمانی رح

"یعنی ظاہری و باطنی، حسّی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا"۔

حاصل

یہ نکلا کہ نفس کو پاک کرنے کے لئے اخلاق رذیلہ کو چھوڑنا ہوگا۔ اور اپنی زندگی احکام اللہ اور احکام الرسول کے مطابق گزارنی ہوگی۔

پنجگانہ نماز بڑے اہتمام کے ساتھ سب ارکان بجا لا کر مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت ادا کرنی ہوگی۔ یاد رہے کہ تزکیہ نفس نماز کی پابندی کے سوا ممکن نہیں۔

کوتاہ اندیش

ع برگے کہ از برائے مطیعاں کشد خدائے
عاصی چگونہ بر سر آں برگ خواں شود

اس کے برعکس جو کوتاہ اندیش عقل سے کام نہ لے گا۔ شرعی حدود سے تجاوز کرے گا۔ اپنے آپ کو نفسانی خواہشات کے حوالے کر دے گا وہ اپنی آخرت برباد کرنے والا ہوگا۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝

(الشمس۔ آیت ۱۰)

ترجمہ:۔ اور بے شک وہ غارت ہوا جس نے اس (روح) کو آلودہ کرلیا۔

یعنی جو روح کو گناہوں سے آلودہ کرلے گا۔ احکام اللہ و احکام الرسول سے اعراض کرے گا۔ گمراہی اور معاصی کی راہ پر چلے گا وہ آخرت میں زیاں کار ہوگا

دونوں جماعتوں کے ساتھ سلوک

نیکوں اور بدکاروں کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ قیامت کے دن ان کے ساتھ سلوک یکساں نہ ہوگا۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝

(صٓ۔ آیت ۲۸)

ترجمہ:۔ کیا ہم کر دیں گے ان کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیئے ان کی طرح جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے

نیکوں کی آئندہ کی زندگی

۱۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ ۝

(الانفطار۔ آیت ۱۳)

ترجمہ:۔ بیشک نیک لوگ نعمت میں ہوں گے۔

یعنی اللہ تعالٰے کے احکام پر چلنے والے اور گناہوں سے بچنے والے قیامت کے دن اللہ تعالٰے کی نعمتوں سے ہمکنار ہوں گے۔ جنت ان کا ٹھکانا ہوگا۔

۲۔ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝

(آل عمران۔ آیت ۱۹۸)

ترجمہ:۔ لیکن جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کے ہاں مہمانی ہے۔ اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہے۔

۳۔ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِىْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ لا يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ ۝ لا عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ لا تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ لا خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ط وَفِىْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ لا عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ ط المطففین آیت ۱۸ تا ۲۸

ترجمہ:۔ ہرگز نہیں۔ بے شک نیکوں کے اعمال نامے علیین میں ہیں۔ اور آپ کو کیا خبر کہ علیین کیا ہے؟ ایک دفتر ہے جس میں لکھا جاتا ہے۔ اسے مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔ بیشک نیکوکار نعمت میں ہوں گے۔ تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ آپ ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی معلوم کریں گے ان کو خالص شراب مہر لگی ہوئی پلائی جائے گی۔ اس کی مہر مشک کی ہوگی۔ اور رغبت کرنے والوں کو اسی کی رغبت کرنی چاہیے اور اس میں تسنیم ملی ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہے اس میں سے مقرب پیئیں گے۔

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

(کلا) یعنی ان بدمعاشوں کا اور نیکوں کا ایک سا انجام ہرگز نہیں ہوسکتا (وما ادراک ما الخ) جہاں جنتیوں کے نام درج ہیں اور ان کے اعمال کی مسلیں مرتب کرکے رکھی جاتی ہیں۔ اور ان کی ارواح کو اول وہاں لے جا کر پھر اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

(یشھدہ المقربون) مقرب فرشتے یا اللہ کے مقرب بندے خوش ہوکر مومنین کے اعمالنامے دیکھتے ہیں اور اس مقام پر حاضر رہتے ہیں۔

(ان الابرار الخ) یعنی مسہریوں میں بیٹھے جنت کی سیر کرتے ہوں گے۔ اور دیدار الہی سے آنکھیں شاد کریں گے۔

(تعرف الخ) یعنی جنت کے عیش و آرام سے ان کے چہرے ایسے پُررونق اور تروتازہ ہوں گے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے گا کہ یہ لوگ نہایت تعیش و تنعم میں ہیں۔

(یسقون الخ) حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ شراب کی نہریں ہیں ہر کسی کے گھر میں۔ لیکن یہ شراب نادر ہے جو سربمہر رہتی ہے۔

(ختمہ مسک) جیسے دنیا میں مُہر لاکھ یا مٹی پر جمائی جاتی ہے۔ وہاں کی مٹی مشک ہے اُسی پر جمائی جائیگی۔ شیشہ ہاتھ میں لیتے ہی دماغ معطّر ہو جائے گا اور اخیر تک خوشبو مہکتی رہیگی۔

(و فی ذٰلک الخ) یعنی دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اس کی طرف رغبت کریں۔ ہاں یہ شراب طہور ہے جس کے لئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہیئے۔ اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(و مزاجہ ... الخ) یعنی مقرب لوگ اس شراب کو خالص پیتے ہیں۔ اور ابرار کو اس شراب کو ملونی دی جاتی ہے جو بطور گلاب وغیرہ اُن کی شراب میں ملاتے ہیں۔

(اللّٰھم اجعلنا منھم)

فاجروں کی آئندہ کی زندگی

ے اشرار را حرارتِ دوزخ کند قبول
واحرار را عنایتِ حق سائباں شود (سعدی رح)

نیکوں کے مقابلہ میں فاجروں کی آئندہ آنے والی زندگی بڑی دردناک ہوگی۔ وہ دوزخ میں جائیں گے۔

۱۔ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِىْ جَحِيْمٍ ۝ ج صلے يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝ الانفطار۔ آیت ۱۴ تا ۱۶

ترجمہ:۔ اور بے شک نافرمان دوزخ میں ہوں گے۔ انصاف کے دن اس میں داخل ہوں گے وہ اس سے کہیں جانے نہ پائیں گے۔

۲۔ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِىْ سِجِّيْنٍ ۝ ط وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ ط كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ لا (مطففین آیت ۷ تا ۹)

ترجمہ:۔ ہرگز ایسا نہیں چاہیے بے شک نافرمانوں کے اعمالنامے سجین میں ہیں۔ اور آپ کو کیا خبر کہ سجین کیا ہے۔ ایک دفتر ہے جس میں لکھا جاتا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ایم عبدالرحمن صاحب لودھیانوی (شیخوپورہ)

عقیدۂ تثلیث کا بُطلان

نصاریٰ کے ایمان باللہ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عقل کے خلاف، فطرت سلیمہ کے خلاف اور خود حضرت مسیحؑ کی تصریحات کے خلاف مسیح ابن مریم کو خدا مانتے ہیں۔ "ایک تین" اور "تین ایک" کی بھول بھلیاں تو محض برائے نام ہے۔ حقیقتہً سارا زور و قوت صرف حضرت مسیحؑ کی الوہیت ثابت کرنے پر صرف کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود حضرت مسیح خدا کے رب ہونے اور دوسرے آدمیوں کی طرح اپنے مربوب ہونے کا علانیہ اعتراف فرمارہے ہیں اور جس شرک میں اُن کی امت مبتلا ہونے والی تھی۔ اُس کی بُرائی کس زور و شور سے بیان کررہے ہیں۔ پھر بھی ان اندھوں کو عبرت نہیں ہوتی۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(پ ۶ المائدہ ۷۳)

ترجمہ۔ بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں کا ایک ہے حالانکہ سوائے ایک معبود کے کوئی معبود نہیں اور اگر وہ اس بات سے باز نہیں آئیں گے جو وہ کہتے ہیں تو بے شک اُن میں سے کُفر پر قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچیگا۔ وہ اللہ کے آگے کیوں توبہ نہیں کرتے۔ اور اُس سے گناہ کیوں نہیں بخشواتے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے

تفسیر

نصرانیوں کے فرقہ کی یعنی ملکیہ یعقوبیہ نسطوریہ کے کفری حالت بیان کی جاتی ہے۔ کہ یہ مسیحؑ ہی کو خدا کہتے ہیں۔ اور مانتے ہیں خدا اُن کے قول سے پاک، منزہ اور مبرا ہے۔ مسیحؑ تو خدا کے غلام تھے۔ سب سے پہلا کلمہ اُن کا دنیا میں قدم رکھتے ہی گہوارہ میں ہی یہ تھا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ (میں خدا کا غلام ہوں) اُنہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ مَیں خدا ہوں۔ یا خدا کا بیٹا ہوں بلکہ اپنی غلامی کا اقرار کیا تھا۔ اور ساتھ ہی فرمایا تھا۔ کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ ہی ہے۔ اُسی کی عبادت کرتے رہو سیدھی اور صحیح راہ یہی ہے۔ اور یہی قول اپنی جوانی کے بعد کی عمر میں کہا اور اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کرنے والے پر جنت حرام ہے۔ اور اُس کے لئے جہنم واجب ہے۔ جیسے کہ قرآن کی دوسری آیت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا۔ جہنمی جنتیوں سے کھانا پانی مانگیں گے۔ تو اہل جنت کا یہی جواب ہوگا۔ کہ یہ دونوں چیزیں کفار پر حرام ہیں۔ آنحضرت نے بذریعہ منادی کے مسلمانوں میں آواز لگوائی گئی۔ کہ جنت میں فقط ایمان و اسلام والے ہی جائیں گے۔ سورہ نساء کی آیت۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ۔ پ ۵ النساء آیت ۱۱۶ کی تفسیر میں وہ حدیث بیان کردی گئی ہے۔ جس میں ہے کہ گناہ کے تین دفتر ہیں جس میں سے ایک وہ ہے۔ جسے خدا کبھی نہیں بخشتا اور وہ خدا کے ساتھ شریک کرنا ہے

حضرت مسیحؑ نے بھی اپنی قوم میں یہی وعظ بیان کیا اور فرمادیا کہ ایسے ناانصاف مشرکین کا کوئی مددگار بھی کھڑا نہ ہوگا اب اُن کا کفر بیان ہورہا ہے۔ جو اللہ کو تین میں سے ایک مانتے ہیں۔ یہودی عزیرؑ کو اور نصرانی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور اللہ کو تین میں کا ایک مانتے تھے۔ لیکن یہ آیت صرف نصرانیوں کے بارے میں ہے کہ وہ باپ بیٹا اور اُس کے کلمہ جو باپ کی طرف سے بیٹے کی جانب تھا۔ خدا مانتے تھے۔ ان تین کے مقرر کرنے میں بھی بہت بڑا اختلاف تھا اور ہر فرقہ دوسرے کو کافر کہتا تھا اور حق یہ ہے کہ سب کے سب کافر تھے۔ حضرت مسیحؑ کو اور ان کی والدہ اور اللہ کو ملا کر خدا مانتے تھے۔ اسی کا بیان اس سورہ (مائدہ) کے آخر میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ حضرت عیسیٰؑ کو فرمائے گا۔ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری والدہ کو بھی خدا مانو۔ وہ اس سے صاف انکار کریں گے۔ اور اپنی لاعلمی اور معصومیت ظاہر کریں گے زیادہ ظاہر قول بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم

در اصل لائق عبادت اُس ذات واحد کے سوا کوئی نہیں تمام کائنات اور کل موجودات کا معبود برحق وہی ہے۔ اگر یہ اپنے اس قول کفریہ سے باز نہ آئے تو یقیناً یہ المناک عذابوں کا شکار ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے کرم وجود بخشش و انعام اور لطف و رحمت کو بیان فرماتا ہے اور باوجود اُن کے اس قدر سخت جرم کے اور اتنی اشد بے حیائی کے اور کذب و افتراء کے اپنی رحمت کی دعوت دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ اب بھی میری طرف جھک جاؤ ابھی سب معاف فرمادوں گا۔ اور دامن رحمت تلے لے لوں گا۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۗ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ

(پ ۶ المائدہ آیت ۷۵)

ترجمہ۔ مسیح ابن مریم سوائے پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں اُس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہوچکے ہیں۔ اُس کی والدہ ایک ولیہ عورت تھیں دونو ماں بیٹے کھایا کرتے تھے۔ دیکھ تو کہ کس طرح ہم اُن کے سامنے دلائل رکھتے جاتے ہیں۔ پھر غور کرلے کہ کس طرح پلٹائے جاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ اسی مقدس جماعت کے ایک فرد ہیں۔ انہیں خدا بنا لینا تمہاری بیوقوفی ہے اُن کی والدہ نبیہ نہیں۔ جمہور امت کی تحقیق یہی ہے کہ خواتین میں نبوت نہیں آئی۔ یہ منصب مردوں ہی کے لئے مخصوص رہا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ جو شخص کھانے پینے کا محتاج ہے۔ وہ تقریباً دنیا کی ہر ایک چیز کا محتاج ہے۔ زمین، ہوا، پانی، سورج، حیوانات حتیٰ کہ کیلے اور کھاد سے بھی اُسے استثناء نہیں ہوسکتا۔ غلہ کے پیٹ میں پہنچنے اور ہضم ہونے تک خیال کرو بالواسطہ اور بلاواسطہ کتنی چیزوں کی ضرورت ہے۔ پھر کھانے سے جو اثرات اور نتائج پیدا ہوں گے۔ اُن کا سلسلہ کہاں تک جاتا ہے۔ احتیاج و ضرورت کے اس طویل سلسلہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم الوہیت مسیح و مریم کے ابطال کو بطور استدلال یوں بیان کر سکتے ہیں۔ کہ مسیح و مریم کھانے پینے کی ضروریات سے مستغنی نہ تھے جو مشاہدہ اور تواتر سے ثابت

ہے۔ اور جو کھانے پینے سے بے پرواہ نہ ہو وہ دنیا کی کسی چیز سے بے پرواہ نہیں ہوسکتا پھر تم ہی کہو۔ کہ جو ذات تمام انسانوں کی طرح اپنی بقا میں عالم اسباب سے مستغنی نہ ہو وہ خدا کیونکر بن سکتی ہے۔

یہ ایسی قوی اور واضح دلیل ہے۔ جسے عالم و جاہل یکساں طور پر سمجھ سکتے ہیں یعنی پینا الوہیت کے منافی ہے۔ اگرچہ نہ کھانا الوہیت کی دلیل نہیں۔ ورنہ سارے فرشتے خدا بن جائیں۔ معاذ اللہ۔

جب مسیح کو خدا کہا تو لازم ہے۔ کہ معبود بھی کہو مگر معبود بننا صرف اسی ذات کے ساتھ مختص ہے۔ جو ہر قسم کے نفع وضرر کا مالک ہو اور پورا با اختیار ہو۔ کیونکہ عبادت انتہائی تذلل کا نام ہے۔ اور انتہائی تذلل اسی کے سامنے اختیار کر سکتے ہیں۔ جو انتہائی عزت اور غلبہ رکھنے والا ہر آن سب کی سننے والا اور سب کے احوال کا پوری طرح جاننے والا ہو۔ اس میں تثلیث کے عقیدہ شرکیہ کے ساتھ مشرکین کا ردّ ہوگیا

عقیدہ کا مبالغہ یہ ہے۔ کہ ایک مولود بشری کو خدا بنا دیا۔ اور عمل میں غلو وہ ہے جسے رہبانیت کہتے ہیں۔

یہودیوں کی خرابی یہ تھی۔ کہ وہ دنیا پرستی میں غرق ہونے کی وجہ سے دین اور دینداروں کی اُن کے یہاں کوئی عظمت و وقعت نہ تھی۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کی اہانت و قتل وغیرہ۔ اُن کا خاص شعار تھا۔ برخلاف اس کے نصاریٰ نے تعظیم انبیاء میں اس قدر غلو کیا کہ اُن میں سے بعض کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگے اور ترک دنیا کرکے رہبانیت اختیار کرلی۔

اصل انجیل اور کتب سماویہ میں اسی عقیدہ شرکیہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ بعد میں یونانی بت پرستوں کی تقلید میں پولوس نے ایجاد کیا۔ اُسی پر سب چل پڑے۔ اور اُسی پر جمے رہے۔ ایسی اندھی تقلید سے نجات کی توقع رکھنا کسی عاقل کو زیبا نہیں۔

معبودانِ باطل کی (جو خدا کے سوا ہیں) عبادت کرنے سے ممانعت کی جاتی ہے۔ کہ اُن تمام لوگوں سے کہدو کہ جو تم سے ضرر کو دفع کرنے کی اور نفع پہنچانے کی کچھ بھی طاقت نہیں رکھتے آخر تم کیوں انہیں پوجے چلے جارہے ہو؟ تمام باتوں کے سننے والے تمام چیزوں سے باخبر خدا سے ہٹ کر بے سمع بے بصر، بے ضرر و بے نفع و بیقدر اور بغیر قدرت رکھنے والی چیزوں کے پیچھے پڑ جانا یہ کونسی عقلمندی ہے۔؟

اے اہل کتاب! اتباع حق کی حدود سے آگے نہ بڑھو۔ جس کی توقیر کرنے کا جتنا حکم ہو۔ اُتنی ہی اُس کی توقیر کرو انسانوں کو جنہیں خدا نے نبوت دی ہے نبوت کے درجہ سے خدائی کے درجہ تک نہ پہنچاؤ۔ جیسا کہ تم جناب مسیحؑ کے بارے میں غلطی کر رہے ہو۔ اور اس کی کوئی اور وجہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ تم اپنے پیروں، مرشدوں، اُستادوں اور اماموں کے پیچھے لگ گئے ہو وہ خود ہی گمراہ ہیں۔ بلکہ گمراہ کن ہیں۔ استقامت اور عدل کے راستے کو چھوڑے ہوئے اُنہیں زمانہ گزر گیا۔ ضلالت اور بدعتوں میں مبتلا ہوئے عرصہ ہوگیا یوں تو تمام کتب سماویہ میں کافروں پر لعنت کی گئی ہے۔ لیکن بنی اسرائیل کے کافروں پر جب وہ عصیان اور سرکشی میں حد سے گزر گئے کہ نہ مجرم کسی طرح جرم کرنے سے باز آتا تھا۔ اور نہ غیر مجرم، مجرم کو روکتا تھا۔ بلکہ سب شیر و شکر ہوکر بے تکلف ایک دوسرے کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوتے تھے۔ منکرات اور فواحش کے ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے ملال۔ تکدر اور ترشروئی کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا۔ تب خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے اُن پر لعنت کی جیسے گناہوں پر اُن کی دلیری حد سے گزر چکی تھی۔ کیونکہ وہ خدا کے نافرمان تھے۔ اور مخلوق خدا پر ظالم تھے۔ یہ اپنے زمانے میں بھی ایک دوسرے کو بُرے کاموں پر دیکھتے تھے۔ حرام کاریاں اور گناہ کھلے عام ہوتے تھے اور کوئی کسی کو نہ روکتا تھا

آنحضرتؐ نے فرمایا و اللہ تم پر فرض ہے کہ بھلی باتوں کا ہر ایک کو حکم دو۔ بُرائیوں سے روکو۔ ظالم کو اُس کے ظلم سے باز رکھو اور اُسے تنگ کرو کہ حق پر آجائے۔

توحید و تثلیث ایک ایسا معمّہ ہے۔ جس کو اس کا بڑے سے بڑا پادری یا فلسفی آجتک نہ سمجھ سکا ہے۔ اور نہ سمجھا سکا ہے۔ اور نہ کسی ادنیٰ عیسائی کی سمجھ میں عقلاً آسکتا ہے۔ کہ تین اکائیاں مل کر ایک ہوجاتی ہیں۔ وہ یہی کہے گا۔ کہ تین مل کر تین ہوتے ہیں۔ نہ کہ ایک۔ اور یہ ایک عددی بدیہی حقیقت ہے جس پر دو رائیں ہو نہیں سکتیں۔ مسیحی تعلیم یہی ہے کہ خدائی میں تین شخص ہیں (۱) باپ (۲) بیٹا (۳) روح القدس۔ خدا اس پاک تثلیث کا پہلا فرد ہے۔ جو بیٹے اور روح القدس کا آغاز ہے

یہ تینوں افراد آپس میں مل کر برابر ہیں۔ اُن میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے تینوں افراد یکساں الہٰی عزت کے لائق ہیں۔ یسوع مسیح سچا خدا اور سچا آدمی بھی ہے۔ اور مقدسہ مریم سچ مچ خدا کی ماں بنیں۔ اگر عیسائی خدا کو باپ اور مریم کو ماں کہتے ہیں۔ تو معاذ اللہ دوسرے تعلقات زناشوئی کا بھی اقرار کریں گے۔

اِن نہ ماننے والے عیسائیوں کی عقل پر ماتم کیا جائے یا یہ سمجھا جائے۔ کہ باوجود عقلاً ماننے کے کہ دونو ہستیاں خدا نہیں ہو سکتیں اور تین ہستیاں مل کر ایک خدا نہیں ہوسکتا پھر بھی تعصب اور عناد کی وجہ سے حقیقت و سچائی سے انکار کر رہے ہیں

اب تھوڑی دیر کے لئے سوچئے۔ کہ ایسا بے عقلی کا عقیدہ رکھنے والوں کی تقلید ہم مسلمانوں میں سے جو بھی کرے۔ وہ اپنی مذہبی ناواقفیت ہی کی وجہ سے کرے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ضروری اعلان

اکثر حضرات چندہ بھیجتے وقت یا خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا مطلقاً حوالہ نہیں دیتے ان کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ بغیر خریداری نمبر کے اُن کی ڈاک کی تعمیل نہیں ہوسکے گی۔

شیخ عبدالحمید

چٹ پر سرخ نشان چندہ ختم ہونے کی علامت ہے

خطبہ جمعہ ۲ رجمادی الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۶۴ء

منکروں کی نفرت و کراہت کے ہوتے ہوئے بھی اسلام کی ہدایت وحقانیت غالب ہوتی رہیگی

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ امابعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ھُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اُسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو ہر دین پر غلبہ دے اور مشرک پڑے برا مانیں۔

بزرگان محترم! اس آیت کریمہ میں واضح طور پر یہ پیشین گوئی فرمائی گئی ہے۔ کہ اسلام کی ہدایت وحقانیت بہرحال ہوتی رہے گی۔ اسلام وحیٔ الٰہی کی روشنی ہے جو سید الانبیاء والرسل جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم تک پہنچی اور انشاء اللہ مخالفین اسلام کی مخالفتوں کے باوجود یہ روشنی بہرحال بڑھتی اور پھیلتی ہی رہے گی۔

وحیٔ الٰہی کی روشنی

جس طرح آنکھ کو دیکھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے اسی طرح انسانی عقل کو ٹھیک طرح اپنا کام کرنے کے لئے ایک خاص قسم کی روشنی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس روشنی کا ہونا بھی انسان کی عقل کے چلنے کے لئے مقرر ہے۔ بیشک راستے اور بھی ہیں۔ جو لوگوں نے اپنی اپنی عقل کی طاقت سے اٹکل پچو مقرر کر لئے ہیں لیکن نری عقل سے سیدھے راستے کی سمجھ نہیں آسکتی۔ صراط مستقیم یا سیدھا راستہ معلوم کرنے اور اس پر چلنے کے لئے وحیٔ الٰہی کی روشنی کو راہنما اور پیشوا بنانا سخت ضروری ہے

اسی لئے

حق تعالٰے شانہٗ نے اپنے پیارے رسول جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں صحیح راستہ کی پہچان دے کر بھیجا۔ اور وہ پہچان قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی آیتوں میں رکھ دی۔ یہی

قرآن مجید

ہدایت اور روشنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روشنی کے لانے والے ہیں۔ آپؐ ہی کے نقشِ قدم صراطِ مستقیم ہیں اور آپؐ ہی کا اسوۂ حسنہ ہدایت کا مینار ہے۔ عقلِ سلیم جب اس روشنی میں اپنے اردگرد نظر دوڑائے گی تو اس کو صحیح راستہ صاف صاف نظر آنے لگے گا اور وہ سب راستوں کو چھوڑ کر اسی صحیح، صاف اور سیدھے راستے کو اختیار کرے گی۔

دینِ حق

اسی سیدھے راستے کا نام 'دینِ حق' ہے اور یہ غالب ہونے کے لئے آیا ہے۔ مغلوب ہونا اس کی فطرت میں ہی داخل نہیں۔ یاد رکھئے! دینِ حق اللہ جل شانہ کی روشنی ہے اور وہ قرآن مجید میں محفوظ ہے۔ حدیث شریف اس کے پھیلانے کا ذریعہ ہے دوسرے الفاظ میں قرآن عزیز وحیٔ الٰہی، روشنی ہدایت، زندگی کا دستورالعمل، ضابطہ حیات اور قانونِ فطرت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق اس دستورِ زندگی کو اپنانے اور قرآن مجید کے مطابق چلنے کے طریقے کا نام 'دین حق' ہے۔

لہٰذا

قرآن وحدیث کی روشنی میں اس دین کو پہچان کر اس پر چلنا ہماری عقل کا فرض ہے، اس کا دنیا میں قائم رکھنا ہماری ذمہ داری ہے اور اسی ذمہ داری کے پورا کرنے پر انسان کی بہتری کا دارومدار ہے۔ اب مذکورۂ بالا آیت پر حضرت شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں:

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت ودلیل کے اعتبار سے یہ تو ہر زمانہ میں بحمداللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔ باقی حکومت اور سلطنت کے اعتبار سے وہ اس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا۔ جب مسلمان اصولِ اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان وتقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہوں گے اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کرکے بالکل صفحۂ ہستی سے محو کر دے یہ نزول مسیح علیہ السلام کے بعد قریبِ قیامت کے ہونے والا ہے

غلبۂ اسلام

شواھد

بعثتِ نبویؐ کے وقت عرب کی سیاسی حالت یہ تھی کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبشہ کی حکومت تھی اور شمالی اقطاع پر روما کی سلطنت کا قبضہ تھا۔ یہ دونوں عیسائی سلطنتیں تھیں۔ عیسائیت اگرچہ عرب میں ۱۳۰ء میں داخل ہوگئی تھیں اور بنو غسان عیسائی بن گئے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ عراق عرب، بحرین، صحرائے فاران اور دومۃ الجندل پر بھی یہی مذہب حکمران ہوگیا تھا لیکن اسلام نے چند ہی سال میں اس پر غلبہ حاصل کرلیا۔

عرب اور یہودیت

یہودی عرب میں اس وقت آئے

جب یونانیوں اور سریانیوں نے ان کو اپنے ممالک سے نکال دیا تھا۔ ان کا مذہب حجاز اور نواحی خیبر اور مدینہ میں پھیل گیا تھا۔ اور اس نے استحکام بھی حاصل کر لیا تھا مگر اسلام کے آتے ہی اس کا بھی چار سو سالہ قبضہ عرب سے بالکل اٹھ گیا۔

مجوسیت

عرب کے مشرقی حصّہ پر سلطنت فارس کا اثر تھا۔ آتش پرستی کی رسوم اور طریقے شباب پر تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مجوسیت کے اثر میں آ کر بیٹی اور بہن کو گھر میں ڈال لیا تھا۔ اور ہر طرف مجوسیت کا دَور دَورہ تھا۔ مگر اسلام کی پاک اور نورانی تعلیم کے سامنے یہ مذہب بھی نہ ٹھہر سکا۔

غرض

اسلام کی حقانیت کے سامنے نہ بت پرستی کے قدم جم سکے نہ مادہ پرست، صابئی، دہریہ، منکرانِ قیامت وغیرہ ٹھہر سکے۔ سب کے سب مغلوب ہو کر رہ گئے۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ کا وعدہ سچّا ہو گیا ہے۔

قیصر و کسریٰ

سیاسی طور پر اُس دَور میں قیصر و کسریٰ کو برتری حاصل تھی۔ جس طرح روس اور امریکہ کو آج کل دنیا میں قوت و برتری حاصل ہے اسی طرح اس زمانے میں قیصر اور کسریٰ کی پوزیشن تھی۔ لیکن غلامانِ محمدؐ نے اُن کے بھی چھکے چھڑا دئے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے تار پود بکھر گئے۔ اور اسلام اقوام میں روحانی اور مذہبی برتری کے ساتھ ساتھ سیاسی برتری بھی حاصل ہو گئی۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اور "لیظھرہ علی الدین کلہ" کی قرآنی پیشین گوئی شان و شوکت سے پوری ہوئی۔ اس کا کامل ظہور ایک مرتبہ پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے بعد ہو گا۔ لیکن ہمیں اپنی مساعی کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں صحیح معنوں میں قرآن و حدیث کو مشعل راہ بنانا چاہیے تاکہ ہمارے عمل سے اللہ راضی ہو جائے اور اسلام کو غلبہ نصیب ہو۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں مسلمان بنائے۔ محمدی اسلام پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ تاکہ اس عہد میں بھی اسلام کا غلبہ ہو۔ اور منکرین اسلام کا سر نیچا ہو جائے۔ آمین!

مَوتُ العالِم مَوتُ العالَم

حضرت مولانا محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن پختہ علماء میں سے تھے۔ جن پر امتِ مسلمہ ہمیشہ ناز کرے گی۔ (مولانا افغانی)

حضرت مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے۔

(علامہ رحمت اللہ ارشد ایم پی اے)

بہاولپور۔ ۳ر اکتوبر۔ اسلامی مشن پاکستان بہاولپور کے زیر اہتمام جامع مسجد الصادق میں حضرت مولانا محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر مولانا محمد عبید اللہ صاحب مترجم جامع مسجد الصادق کی زیر صدارت ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں بہاولپور کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ تلاوتِ قرآن مجید کے بعد جناب محمد حسن صاحب چغتائی ناظمِ اعلیٰ مجلس احرار اسلام بہاولپور نے مولانا مرحوم کی عقیدہ ختم نبوت سے وابستگی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مولانا ختم نبوّت کے پروانہ تھے۔ قادیان تک اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔

ان کے بعد علامہ منظور احمد رحمت ایڈیٹر اخبار مدینہ جو کہ حضرت مولانا مرحوم کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا کی زندگی کا مشن مرزائیت سے نفرت اور عقیدہ ختم نبوت سے محبت تھا۔ تعزیتی اجلاس تو بہت ہوں گے لیکن اگر مولانا کی زندگی کے اس عظیم مشن کو برقرار نہ رکھا گیا تو یہ تعزیتی اجلاس بیکار ہیں۔ آپ نے اراکین اسلامی مشن اور دوسری مذہبی جماعتوں سے اپیل کرتے ہوئے کہا۔ کہ آپ کا فرض ہے کہ مولانا کے اس مشن کو زندہ رکھیں۔

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور نے مولانا مرحوم کے تعزیتی اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک بنیادی بات عرض کرتا ہوں رب العزت نے فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ! آپ فرما دیجئے کہ "عالِم اور غیر عالِم برابر نہیں"۔ جس طرح پیغمبر کی توہین کرنے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے اسی طرح علماء کی توہین سے بھی ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ اخیر میں مولانا مرحوم کے لئے مولانا نے دعائے مغفرت فرمائی اور ایصالِ ثواب فرمایا۔

حضرت مولانا افغانی کے بعد رکن صوبائی اسمبلی جناب علامہ ارشد صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا ایک ادارہ کی حیثیت رکھتے تھے اس بوریا نشین بزرگ نے ناموافق حالات میں جامعہ عباسیہ کے قیام میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔ آج قحط الرجال کا زمانہ ہے۔ افسوس ہے کہ جو جا رہا ہے اس کی جگہ پر نہیں ہو رہی۔ مولانا بہت منکسر المزاج انسان تھے لیکن مولانا اپنی زندگی میں کبھی مداخلت فی الدین برداشت نہیں کرتے تھے۔ علامہ صاحب نے اخیر میں مولانا مرحوم کے صاحبزادوں کیلئے دعا کی کہ اللہ رب العزت ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مولانا کا صحیح جانشین بنائے۔

علامہ صاحب کے بعد مولانا محمد ناظم صاحب ندوی سابق شیخ الجامعۃ العباسیہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ سفر اور حضر میں رہا ہوں۔ مولانا نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ اور بلاشبہ مولانا فقہ میں بہت بڑا مقام رکھتے تھے۔ میں مرحوم کے لئے خداوند قدوس سے مغفرت طلب کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس مولانا مرحوم کے پسماندگان کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

مولانا ندوی کے بعد مولانا عبدالقادر آزاد نے مولانا مرحوم کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مَیں نے مولانا کی دس سالہ رفاقت میں جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا وہ یہ ہے کہ مولانا واقعی ان علماً سے تھے جن کو صحیح معنی میں وارث علوم نبوت کہا جا سکتا ہے۔ مولانا کو علماء دیوبند کے ساتھ گہری عقیدت تھی۔ مولانا مرحوم علماء حق کی مجلس میں شمولیت کو باعثِ نجات سمجھتے تھے۔ مولانا کے بچے جس طرح آج یتیم ہو گئے اسی طرح اسلامی مشن بھی یتیم ہو گیا۔ ہم مولانا کی وفات پر ایک ایسے صدر کی رفاقت سے محروم ہو گئے جو رات دن ادارہ کی ترقی اور عروج کے لئے فکر مند رہتا تھا۔

اخیر میں صدر جلسہ مولانا محمد عبید اللہ صاحب کی دعا پر رات کے ½۱۱ بجے یہ جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

طفیل محمد
ناظم دفتر اسلامی مشن

سیدنا علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ

محمد امین - لاہور

۱:- آپ کی پیدائش حرم شریف میں ہوئی اور حضور صلعم نے خود ہی علیؓ نام رکھا - علیؓ کے معنی اعلیٰ کے ہیں - آپ ذرا بڑے ہوئے تو حضورؐ نے اپنی تربیت میں لے لیا - بھلا جو نبوت کی گود میں پلا ہو اس کی فضیلت کے کیا کہنے - ایک دن حضرت علیؓ کو زمین پر گرد آلود پایا - تو "ابوتراب" کے لقب سے نوازا - بعثت کے دوسرے ہی دن حضرت علیؓ ایمان لائے - اور باوجود بچپن اور کمزور جان ہونے کے حضورؐ کی رفاقت کا اعلانیہ اقرار کیا اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ علیؓ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسےٰ سے تھی - حضرت علیؓ ذرا اور بڑے ہوئے تو ان کو اپنی نور نظر اور جنت میں عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ سے بیاہ دیا گویا اس طرح حضرت علیؓ کو اور بھی اپنا لیا اور خاص اہل بیت میں شامل فرما لیا - مباہلہ کے دن بھی حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ چادر میں ڈھانپ کر ان کی فضیلت بڑھائی -

۲:- کفار مکہ نے قرآن کا انکار کیا اور کہا کہ محمدؐ "نعوذ باللہ" خود کلام بناتے ہیں اور شاعر اور ساحر ہیں - تو حضرت علیؓ نے سورۃ کوثر کی آیات خانہ کعبہ میں لٹکا دیں تاکہ اس کا جواب کوئی لکھے - مگر سب مشرکین شاعر اور ادیب مل کر بھی اس کلام کا جواب نہ لکھ سکے بلکہ یہی کہا "مَا هٰذَا كَلَامُ الْبَشَرِ" "یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے (یعنی خدائی کلام ہونے کا اعتراف کیا"

۳:- ہجرت کے وقت آپ ہی حضورؐ کے بستر مبارک پر لیٹے - اور جان خطرے میں ڈال کر یہ فضیلت حاصل کی کہ صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے پاپیادہ زخموں سے نڈھال مدینہ منورہ آئے - حضورؐ نے محبت سے لعاب لگایا - جو اکسیر ثابت ہوا -

۴:- آپ کے جنگی کارنامے تو اتنے مشہور ہیں کہ زبان زد عام ہیں - حضورؐ کی زندگی میں کوئی جنگ نہیں جس میں آپ نے شرکت نہ کی ہو - اور شجاعت کی دھاک نہ بٹھائی ہو - (۱) جنگ بدر میں آپ نے شرکت کی - (۲) جنگ احد میں کئی تلواریں توڑیں (۳) جنگ خندق میں کئی پہلوانوں کو گرایا - (۴) جنگ خیبر میں بیماری کے باوجود شریک ہوئے اور علم سنبھال کر فاتح خیبر کی فضیلت پائی (۵) جنگ حنین میں جانثاری کے لیے حاضر رہے -

۵:- ایک دفعہ نجران کے عیسائی مناظرہ کے لیے آئے - جب دو دلیل اور برہان سے نہ مانے تو آپ نے مباہلہ کے طور پر حضرت علیؓ، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسنین کو ساتھ لیا اور مباہلہ کے لیے نکلے، اس پر عیسائی خوف کھا گئے - اور مباہلہ سے گریز کر گئے - بلکہ اُن کے سردار نے کہا کہ واقعی یہ سچا نبی ہے - جس نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی جان کی بازی لگا دی ہے - ان اہل بیت میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے - حضورؐ اللہ سے دُعا فرمایا کرتے کہ یا اللہ میں علی سے محبت کرتا ہوں - تو بھی علیؓ سے محبت رکھ اور جو علیؓ سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ - سبحان اللہ کتنی فضیلت ہے -

۶:- ایک دفعہ آپ نماز میں شامل تھے کہ کسی سائل نے سوال کیا آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی - وہی اتار کر سائل کو دے دی - اور اس طرح ایک نیا اعزاز حاصل کیا -

جنگ کے وقت آپ کا جسم فولاد کی طرح سخت ہوتا - مگر نماز کے وقت نرم اور گداز - ایک بار تیر جو لگا تو نکلنے نہ پایا - فرمایا نماز کے وقت نکالنا - کیونکہ اس وقت جسم نرم ہو گا - چنانچہ نماز میں تیر جو نکالا تو خون کا فوارا بہ نکلا - مگر آپ کو پتہ بھی نہ چلا -

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ ایک بار حضرت حسینؓ بیمار ہوئے - خدا سے نذر مانی کہ شفا ہوئی تو روزے رکھوں گا - چنانچہ دن بھر کی مزدوری کر کے جو لائے، تو روٹی پکی تو عین افطاری کے وقت ایک مسکین نے صدا لگائی - آپ نے وہی روٹی سائل کو دے دی - اور آپ نے صرف پانی پر گزارا کیا - اسی طرح دوسرے دن روزہ رکھا تو افطاری کے وقت یتیم نے روٹی کا سوال کیا - تو آپؓ نے وہی روٹی یتیم کو دے دی - اور تیسرے دن ایک اسیر آ گیا آپ نے تینوں دن پانی پر گزارا کیا - حضورؐ کو علم ہوا تو بہت خوش ہوئے - واقعی آپ آیہ یطعمون الطعام علیٰ حبّہٖ مسکیناً وّ یتیماً و اسیراً ۰ کی عملی تفسیر تھے -

ایک دفعہ کسی نے پوچھا تقدیر کیا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا - ایک ٹانگ اٹھاؤ فرمایا یہ تدبیر ہے - پھر کہا دوسری بھی اٹھاؤ تو سائل نے کہا کہ یہ مشکل ہے - فرمایا یہی تقدیر ہے - اور زیادہ جانو تو دراصل وہ پہلی تدبیر بھی تقدیر ہے - گویا یہ سب تقدیر ہی کا کرشمہ ہے -

ایک دفعہ حضرت علیؓ کو چھت پر کھڑے دیکھ کر ایک یہودی نے کہا کہ چھت سے چھلانگ کیوں نہیں لگا دیتے - جو تقدیر میں ہو گا ہو جائے گا - آپ نے فرمایا، مجھے مولیٰ کو آزمانے کی ضرورت نہیں - میرا تقدیر پر ایمان ہے کہ اگر نہیں مرنا تو چھت سے گر کر بھی نہیں مرنا - گرنے کا تجربہ تو کر - کیونکہ تیرا تقدیر پر ایمان نہیں - اس پر یہودی شرمندہ ہوا -

حضرت علیؓ ایک دن سوکھی روٹی زور سے چبا کر کھا رہے تھے - ایک شخص نے تو پوچھا کہ یا امیرالمومنین آپ تو فاتح خیبر ہیں اور شیر خدا ہیں - کہاں خیبر کا پھاٹک اکھیڑنا اور کہاں سوکھی روٹی پر زور لگانا - راز کیا ہے جو اتنا زور لگانا پڑ رہا ہے - فرمایا یہ ٹکڑے اپنے زور سے توڑ رہا ہوں - اور فتح خیبر کے دن کوئی غیبی طاقت کار فرما تھی -

زہد و تقویٰ کے علاوہ آپ علم و ادب کا بھی سرچشمہ تھے - آپ کی مشہور تصنیف "نہج البلاغت" ہے - جو عربی کی بڑی معروف کتاب ہے - نہج البلاغت میں صوبوں اور مختلف شعبوں کی تقسیم فوجی انتظام، مال گزاری اور زکوٰۃ کا انتظام - اصلاحات جنگلات اور گھوڑوں کا اختا کرنا - پھر وہ فرامین جن میں محصلؐ کو ہدایات کی ہیں - تمام ایمان افروز ملفوظات ہیں - گویا سیاست اور بصیرت سے معمور فرامین ہیں - گرامر کی ابتدا بھی آپ ہی نے کی - کیونکہ بعض عجمی لوگ اعراب کے بغیر عربی کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ پاتے تھے - چنانچہ آپ نے عربی گرامر ایجاد کی جو آج تک جاری ہے - آپ کا قول ہے کہ کارخانہ قدرت میں غور کرنا بھی عبادت ہے - ذیل کی ایک مشہور رباعی بھی آپ کے فکر رسا کا

نتیجہ ہے سے

رضینا قسمۃ الجبار فینا لنا علم و للاعداء مال
فان المال یفنی عنقریب و ان العلم باق لایزال

نہج البلاغت میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔ کہ موت کا تیر ہر وقت نشانہ باندھے تیار ہے۔ اور اس سے بچنا ناممکن ہے جب پہلی فصل پک جاتی ہے تو نئی بوئی جاتی ہے۔ پرانے درخت ٹوٹتے ہیں۔ تو نئی شاخیں اگتی ہیں۔ موت کی وجہ سے جب ہمارے آباؤ اجداد نہ رہے تو ہماری کیا بساط ہے۔ لہٰذا موت کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

نہج البلاغت میں ایک معتبر اور مشہور گورنر کے نام فرمان جاری فرماتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں:

قسمیہ کہتا ہوں کہ اگر تیری ذراسی خیانت بھی دیکھ لوں گا تو ایسی شدت سے پیش آؤں گا کہ تو کہیں کا بھی نہیں رہے گا۔

ایک دوسرے حاکم کو لکھتے ہیں کہ تیرا باپ نیک اور متقی تھا۔ میں نے تجھے حاکم بنایا کچھ باتیں مجھ تک پہنچی ہیں اگر صحیح ہیں تو تیرا اونٹ اور تیرا جوتا بھی تجھ سے بہتر ہے۔ تو نے آخرکار مرنا ہے۔ توشۂ آخرت کا فکر کر۔ مجھ پر بھروسہ مت رکھ۔ تاریخ میں ہے کہ کوفہ کے بازار میں جاتے تو ذخیرہ اندوزی اور کم تولنے پر سزا دیتے اور حسنِ معاملات کی تلقین فرماتے۔ دعا ہے کہ خداوند کریم ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین ثمہ آمین

بقیہ مجلس ذکر صلا سے آگے

اس سے بڑھ کر شیطان کے لئے ناگوار اور کوئی چیز نہیں ذکر اللہ کی برکت سے انسان کو خداوند قدوس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور انسان کو دنیا سے توڑنا اور خدا سے جوڑنا ہی اسلام کا خلاصہ ہے

اللہ تعالے ہمیں اپنی یاد کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ کتاب و سنت کا عامل بنائے اپنی مرضیات پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے اور کامل و اکمل اسلام ہماری زندگیوں میں جاری و ساری ہو۔ آمین

سر کفر توڑنا ہے مجھے اے خدا عطا کر
کسی غزنوی کے بازو کسی غزنوی کی باہیں

بقیہ:۔ انسان کی اصلیت

حاشیہ حضرت مولانا عثمانیؒ

یعنی ہرگز گمان نہ کیا جائے کہ ایسا (قیامت کا) دن نہیں آئے گا وہ ضرور آنا ہے اور اس کے لئے سب نیکوں اور بدوں کے اعمالنامے اپنے اپنے دفتر میں مرتب کئے رکھے ہیں۔

یعنی سجّین ایک دفتر ہے۔ جس میں ہر ایک دوزخی کا نام درج ہے۔ اور بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے، جن کا ذکر اس سے پہلی سورت میں آچکا۔ ان بدکاروں کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ فردوں میں لکھ کر اس دفتر میں داخل کرتے ہیں اُس فرد پر باہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت بنا دیتے ہیں جس کے دیکھنے ہی سے معلوم ہو جائے کہ یہ شخص دوزخی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفّار کی ارواح بھی اسی مقام میں رکھی جاتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ان کے نام وہاں داخل ہوتے ہیں مرکر وہیں پہنچیں گے"۔ بعض سلف نے کہا ہے یہ مقام ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (اللہم لا تجعلنا منہم)

رسید پر سرخ نشان چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے۔

بچوں کیلئے

مال و دولت

آدمی کیلئے حق تعالیٰ شانہ کی مرضیات پر عمل کرنے کیلئے بہترین مدد ہے

حاجی کمال الدین، مدرس کارپوریشن سکول، محمود بوٹی ـ لاہور

پیارے بچو! آدمی کے پاس مال و دولت کا ہونا کوئی بُری بات نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی نعمت ہے۔ بشرطیکہ اس کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خرچ کیا جائے۔ حضورؐ نے جب لوگوں کو حق تعالیٰ کی طرف بلایا تو اس کے چھوڑنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ اسباب معیشت اور اہل و عیال کی خدمت کی ترغیب دی۔ لہٰذا مال کا اور اپنے اہل و عیال میں رہنے کا انکار ناواقف شخص ہی کر سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں بھی بڑے بڑے مال دار ہوئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے وصال کے وقت ان کے خزانچی کے پاس ایک لاکھ پچاس اشرفیاں اور دس لاکھ درم تھے اور جائداد خیبر وادی قری وغیرہ کی تھی جس کی قیمت دو لاکھ دینار تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مال کی قیمت پچاس ہزار دینار تھی اور ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار غلام چھوڑے تھے۔ اور عمرو بن العاصؓ نے تین لاکھ دینار چھوڑے تھے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے مال کا تو شمار ہی مشکل ہے۔ اس کے باوجود ان کی تعریف حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمائی:

يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (کہف ع ۴)

اپنے رب کی عبادت صبح شام (یعنی ہمیشہ) محض اس کی رضاجوئی کے واسطے کرتے ہیں۔

اور ارشاد ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ (نور ع ۵)

یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت وغیرہ اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی۔

اُس زمانہ میں فتوحات کی کثرت سے عام طور پر ان حضرات کی مالی حالت ایسی ہی تھی۔ دنیا اور ثروت ان کے جوتوں سے لپٹتی تھی۔ اور یہ اس کو پھینکتے تھے۔ لیکن ان سب کے باوجود اس کے ساتھ ان کی دل بستگی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولی کیا تھی وہ سب پر عیاں ہے۔ یہی عبداللہ بن زبیرؓ اس دولت کے ساتھ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو جیسے کہیں ایک کیل گاڑ دی ہو۔ سجدہ اتنا لمبا ہوتا کہ چڑیاں کمر پر آ کر بیٹھ جاتیں اور حرکت کا ذکر نہیں۔ جس زمانہ میں خود ان پر چڑھائی ہو رہی تھی اور اُن پر گولہ باری ہو رہی تھی۔ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے اس کا ایک حصہ گرا، اور ان کی ڈاڑھی کے پاس سے گزرا، مگر ان کو پتہ بھی نہ چلا۔

ایک صحابی کا باغ کھجوروں کا خوب پک رہا تھا۔ یہ اس باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز میں باغ کا خیال آ گیا۔ اس کا رنج اور صدمہ اس قدر ہوا کہ نماز کے بعد فوراً باغ کو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں جو اُس وقت امیرالمؤمنین تھے پیش کر دیا۔ انہوں نے پچاس ہزار میں اس کو فروخت کر کے اسکی قیمت دینی کاموں میں خرچ کر دی۔

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دو بوریاں درم کی نذرانہ میں آئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درم تھے۔ طباق منگا کر اور بھر بھر کر سب تقسیم کر دیں۔ اپنا روزہ تھا۔ یہ بھی خیال نہ آیا کہ اپنے افطار کے لیے کچھ رکھ لیں یا کوئی چیز منگا لیں۔ افطار کے وقت جب باندی نے افسوس کیا کہ اگر ایک درم کا گوشت منگا لیتیں تو آج ہم بھی گوشت سے کھانا کھا لیتے۔ تو فرمایا کہ اب افسوس سے کیا ہوتا ہے۔ جب یاد دلا دیتی تو میں منگا دیتی۔

ہزاروں واقعات ان حضرات کے تاریخ میں موجود ہیں۔ اُن کو مال کیا نقصان دے سکتا تھا۔ جن کے نزدیک اس میں اور گھر کے کوڑے میں کوئی فرق ہی نہ ہو۔

یہاں ایک بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ وہ یہ کہ ان حضرات متمول صحابہ کرام کے ان احوال سے مال کی کثرت کے جواز پر استدلال تو ہو سکتا ہے کہ خیرالقرون اور خلفائے راشدین کے دور میں یہ مثالیں بھی ملتی ہیں۔ لیکن ہم لوگوں کو اس زہر کے پاس رکھنے میں ان کے اتباع کو آڑ بنانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی تپدق کا بیمار کسی جوان، قوی، تندرست کے اتباع میں روزانہ صحبت کیا کرے کہ وہ تین چار دن میں قبر کا گڑھا ہی دیکھے گا۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال بمنزلہ ایک سانپ کے ہے جس میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی ہے۔ اس کے فوائد بمنزلہ تریاق کے ہیں اور اس کے نقصانات بمنزلہ زہر کے۔ جو اس کے فوائد اور نقصانات سے واقف ہو جائے وہ اس پر قادر ہو سکتا ہے کہ اس کے فوائد حاصل کرے اور نقصانات سے محفوظ رہے۔

اس میں فوائد دو قسم کے ہیں۔ دُنیوی اور دینی۔ دُنیوی فوائد تو ہر شخص جانتا ہے۔ اُنہیں کی وجہ سے سارا جہان اس کے کمانے میں مرمٹ رہا ہے۔ دینی فوائد یہ کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ عبادت کا سبب ہے۔ بلاواسطہ تو جیسے حج، جہاد وغیرہ کہ یہ روپے ہی سے ہو سکتے ہیں، اور بالواسطہ یہ کہ اپنے کھانے پینے اور ضروریات میں خرچ کرے کہ یہ ضرورتیں اگر پوری نہ ہوں تو آدمی کا دل ادھر ادھر مشغول رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے دینی مشاغل میں اشتغال کا وقت نہیں ملتا۔ اور جب یہ بواسطہ عبادت کا ذریعہ ہے تو خود بھی عبادت ہوا۔ لیکن صرف اتنی ہی مقدار جس سے دینی مشاغل میں اعانت ملے۔ اس سے زیادہ مقدار اس میں داخل نہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۰

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم ... ۱۹۵۶ء

قرآن عزیز

تجیۂ جدیدہ

ڈیلا زیب — رنگین

عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم وبیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنت شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ہدیہ

مجلد قسم سوم	مجلد قسم دوم	مجلد قسم اول
ٹیکنیکل گلیز کاغذ	کرنافلی سفید کاغذ	آفسٹ پیپر
۹/- روپے	۱۲/- روپے	

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔

فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔

وی۔پی نہ بھیجا جائے گا۔

تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں

ناظم شعبہ تالیف واشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

قرآن مجید (سندھی ترجمہ)

شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیٰ حضرت مولانا وسیدنا تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہ

رعائتی ہدیہ

ہدیہ فی جلد ۵/- روپے ڈاک خرچ ۱/۵۰ روپے کل ۶/۵۰ روپے۔ پیشگی بھیج کر طلب کریں

امیر پرنٹنگ پریس جی۔ٹی روڈ شاہدرہ میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔